ماہنامہ نصرۃ العلوم مئی ۲۰۲۲ء

[جلد ۲۷، شمارہ ۵]

::: فہرست :::

حالات وواقعات --- O ---

مولانا زاہدالراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

مسجد اقصیٰ نئی صہیونی جارحیت کی زد میں

بیت المقدس ایک بار پھر صہیونی جارحیت کی زد میں ہے اور مسجد اقصیٰ کا گھیرا تنگ کرتے چلے جانے کے ساتھ ساتھ فلسطینیوں پر ظلم وتشدد کا سلسلہ بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ انڈونیشیا کی درخواست پر اس صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اسلامی تعاون تنظیم (او۔آئی۔سی) کا اجلاس طلب کیا جا رہا ہے، خدا کرے کہ مسلمان حکمران اس حوالہ سے اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کی کوئی صورت نکال سکیں، اس موقع پر مسئلہ فلسطین کے تاریخی پس منظر اور امت مسلمہ کے موقف کے بارے میں ایک پرانے مضمون کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے جو روزنامہ اوصاف اسلام آباد میں ۸ مارچ ۲۰۰۲ء کو شائع ہوا تھا۔

فلسطین پر سب سے پہلے حضرت عمرو بن العاصؓ نے ۱۳ھ میں فوج کشی کی اور غزہ پر قبضہ کرنے کے بعد قیساریہ کا محاصرہ کر لیا، مگر یونانیوں کے ایک بڑے لشکر کی آمد کی وجہ سے انہیں وقتی طور پر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بعد میں مزید مجاہدین کو جمع کر کے انہوں نے اجنادین کے مقام پر یونانیوں کو شکست دی اور سبطیہ، نابلس، لد، عمواس اور بیت جبرین سمیت بہت سے فلسطینی شہر فتح کر لیے، جبکہ ۱۷ھ میں بیت المقدس فتح ہوا اور اس کے بعد قیساریہ کا محاصرہ کیا گیا۔ اس دوران حضرت عمرو بن العاصؓ کو بلا لیا گیا اور اس مہم کی قیادت حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کے سپرد کر دی گئی۔ ان کی وفات کے بعد اس لشکر کے امیر ان کے بھائی حضرت امیر معاویہؓ بنے، ان کی قیادت میں قیساریہ اور عسقلان فتح ہوا اور فلسطین مکمل طور پر اسلامی قلمرو میں شامل ہو گیا۔

پانچویں صدی ہجری کے آخر میں متحدہ صلیبی فوجوں نے یلغار کر کے بیت المقدس پر پھر قبضہ کر لیا جسے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ۸۰ برس کے بعد واگزار کرا کے اس پر اسلامی پرچم لہرایا۔ اس کے بعد سے فلسطین ایک مسلم ریاست کے طور پر اسلامی امہ کا حصہ چلا آ رہا ہے۔ ترکی کے سلطان سلیم اول نے ۱۵۱۷ء میں اس پر قبضہ کر کے

سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا اور چار سو سال تک فلسطین خلافت عثمانیہ کا ایک صوبہ رہا۔ اس دوران یہودیوں کی مسلسل کوشش رہی کہ وہ بیت المقدس میں داخل ہوں اور وہاں آباد ہو کر اسرائیلی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کریں مگر خلافت عثمانیہ نے اس کا راستہ نہیں دیا:

سلطان عبد الحمید ثانی کے دور میں یہودیوں کی عالمی تنظیم نے با قاعدہ پیشکش کی کہ اگر یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دی جائے تو وہ خلافت عثمانیہ کے سارے قرضے ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر سلطان عبد الحمید نے یہ پیشکش مسترد کر دی اور یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف سلطان عبد الحمید کو خلافت سے محروم ہونا پڑا بلکہ کچھ عرصہ بعد خلافت عثمانیہ کا ہی تیا پانچہ کر دیا گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں یہودیوں نے جرمنی کے خلاف برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کا ساتھ دیا جس کی شرائط میں یہ شامل تھا کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن تسلیم کیا جائے اور انہیں وہاں آباد ہونے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ چنانچہ جنگ عظیم میں جرمنی اور اس کی حلیف سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد برطانیہ نے فلسطین پر قبضہ کر لیا اور اس پر اپنے اقتدار کا اعلان کر دیا۔

۱۹۱۷ء کو ''اعلان بالفور'' کے ذریعے برطانیہ نے فلسطین کو یہودیوں کا وطن تسلیم کرنے کا اعلان کیا اور فلسطین کا قبضہ حاصل کرنے کے بعد ایک برطانوی یہودی کو ہائی کمشنر مقرر کیا جس نے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کی راہ ہموار کی۔

امریکہ کی یہودی تنظیموں نے اس مقصد کے لیے کروڑوں ڈالر مہیا کیے جس کے ذریعے یہودی دنیا کے مختلف حصوں سے آکر فلسطینیوں سے زمینیں خریدنے لگے۔

اس دوران عالم اسلام کے سرکردہ علماء کرام نے اپنے فتاوٰی کے ذریعہ فلسطینیوں کو اپنی زمینیں یہودیوں کے ہاتھ بیچنے سے روکنے کی کوشش کی، مگر فلسطینیوں نے اس کی پروا کیے بغیر یہودیوں پر اپنی زمینیں بیچنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جس کے نتیجے میں چند سالوں میں لاکھوں یہودی فلسطین میں آگئے اور انہوں نے اپنی با قاعدہ مسلح تنظیمیں قائم کر لیں۔ ان کے مقابلے میں فلسطینی بھی منظّم ہوئے جس سے باہمی فسادات اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۹۸۴ء میں برطانیہ نے اقوام متحدہ کے ذریعے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اقتدار چھوڑ دینے کا فیصلہ

کر لیا۔ ایک حصہ یہودیوں کو دے کر ان کی خودمختار سلطنت کو تسلیم کر لیا گیا۔ جبکہ دوسرا حصہ عرب ریاست قرار دیا گیا۔ اس موقع پر اردن نے بیت المقدس اور دریائے اردن کے مغربی کنارے پر قبضہ کر لیا جس سے بیت المقدس اردن کی تحویل میں چلا گیا، اور ۱۹۶۷ء تک بیت المقدس پر اردن کا اقتدار قائم رہا۔

۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے مصر، شام اور اردن کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے ان تینوں ملکوں کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا جس سے مسلمانوں کا قبلہ اول ایک بار پھر غیر مسلموں کی تحویل میں چلا گیا۔

۱۹۷۳ء میں ایک اور عرب اسرائیل جنگ میں مصر نے کچھ مقبوضہ علاقے اسرائیل سے واپس لے لیے لیکن بیت المقدس سمیت بہت سے دیگر مقبوضہ علاقے اسرائیل ہی کے پاس چلے آرہے ہیں۔

اس وقت اسرائیل اور فلسطین کے حوالہ سے تین موقف عالمی رائے عامہ کے سامنے ہیں۔

ایک موقف اسرائیل کا ہے جسے امریکہ کی مکمل اور عملی پشت پناہی حاصل ہے کہ اس نے اب تک جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے وہ اس کا حصہ ہیں، اور وہ بیت المقدس سمیت کوئی علاقہ خالی کرنے کو تیار نہیں۔ حتٰی کہ بیت المقدس کو اسرائیل نے دارالحکومت قرار دے رکھا ہے، بلکہ عظیم اسرائیل کے مستقبل کے حوالے سے جو نقشے شائع ہو رہے ہیں اور ان میں مصر، عراق، شام اور سعودی عرب کے مدینہ منورہ اور خیبر سمیت بہت سے علاقوں کو اسرائیل کا حصہ دکھایا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں تک اسرائیلی ریاست کو توسیع دینا عالمی صہیونی تحریک کے عزائم میں شامل ہے۔

دوسرا موقف اقوام متحدہ کی قراردادوں کی صورت میں ہے جن میں ۱۹۴۸ء کے دوران فلسطین کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے، اور اس کے بعد اسرائیل نے جن علاقوں پر قبضہ کیا ہے، اسرائیل سے ان علاقوں کو خالی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ گویا ان قراردادوں کے ذریعے فلسطین کے ایک حصہ میں قائم اسرائیلی ریاست کو جائز تسلیم کرتے ہوئے اسرائیل سے تقاضہ کیا گیا ہے کہ وہ فلسطین کی ریاست کو تسلیم کرے اور ۱۹۶۷ء کی جنگ میں جن علاقوں پر اس نے قبضہ کیا تھا وہ انہیں خالی کر دے۔ ترکی، اردن اور مصر سمیت بہت سے مسلم ممالک کا موقف یہی ہے اور اسی بنیاد پر انہوں نے اسرائیل کو تسلیم کر رکھا ہے۔

تیسرا موقف سعودی عرب اور پاکستان سمیت بہت سے دیگر مسلم ممالک کا ہے کہ سرے سے اسرائیل کا قیام ہی ناجائز ہے، کیونکہ فلسطینیوں کو ان کے گھروں اور علاقوں سے بے دخل کر کے ان پر انگریزوں نے یہودیوں کا

غاصبانہ قبضہ کرایا تھا اس لیے اسرائیل کو ایک قانونی اور جائز ملک کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور عرب اسرائیل تنازعہ کا فیصلہ ۱۹۴۸ء کی پوزیشن پر نہیں بلکہ ۱۹۷۱ء کی پوزیشن پر کیا جانا چاہیے جب فلسطین ایک عرب اور مسلم ریاست کے طور پر متحد تھا۔ اس موقف کو سعودی سلطنت کے بانی ملک عبد العزیز آل سعود نے ۱۹۴۸ء میں امریکی صدر ٹرومین کے ایک دھمکی آمیز خط کے جواب میں دوٹوک طور پر واضح کیا تھا۔ صدر ٹرومین نے اپنے خط میں شاہ عبد العزیز والی سعودی عرب سے کہا تھا کہ وہ عربوں سے اسرائیل کو تسلیم کرانے اور فلسطین کی تقسیم کے بارے میں اقوام متحدہ کی قرارداد کو قبول کرانے کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں، ورنہ سعودی عرب کے ساتھ امریکہ کے تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں، اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تسلیم نہ کرنے والوں پر مختلف ممالک متحد ہو کر فوج کشی بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں سعودی عرب کے فرمانروا اور شہزادہ عبد اللہ کے والد محترم ملک عبد العزیز آل سعود نے ٹرومین کو لکھا تھا کہ:

''فلسطین کی جنگ کوئی پرانی جنگ نہیں جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔ بلکہ یہ اس کے اصل حقدار عرب قوم اور ان صہیونی جنگجوؤں کے درمیان جاری لڑائی ہے جو فلسطینیوں کی چاہت کے علی الرغم عالمی سلامتی کے قیام کا دعویٰ کرنے والے چند ایک ملکوں کی مدد سے اپنا قبضہ جمانے کی کوشش میں ہیں۔ نیز فلسطین کو تقسیم کرنے کی منظور کردہ قرارداد، جس کو مختلف ملکوں سے منظور کروانے میں آپ کا رول نمایاں رہا ہے، محض ظلم و ناانصافی پر مبنی ایسی قرارداد ہے جس کو ابتدا ہی سے تمام عرب ممالک نے، نیز ان ملکوں نے بھی رد کر دیا ہے جو حق کا ساتھ دے رہے ہیں۔ لہٰذا حالیہ لڑائی کے ذمہ دار عرب نہیں جس پر آپ ہمیں محتاط ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں۔''

امریکی صدر ٹرومین کے نام سعودی فرمانروا ملک عبد العزیز آل سعود کا یہ خط دس ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ (فروری ۱۹۸۴ء) کا تحریر کردہ ہے۔ دونوں خطوط کا اردو ترجمہ مالیر کوٹلہ (بھارت) کے جریدہ ماہنامہ دارالسلام نے نومبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں شائع کیا تھا اور ہم نے بھی اسے ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ کے جنوری ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں شائع کر دیا ہے۔

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- ○ --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

علمِ دین کی اولیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُوْلٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○(البقرۃ۔۱۸۶)

محترم حاضرین و برادران اسلام وخواتین محترمات!

ربطہ خطبات

گزشتہ جمعہ کے موقع پر بھی میں نے یہی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی تھی اور علم کے بارے میں عرض کیا تھا کہ علم کا حصول ضروری ہے اور دین کے علم کو تقدم حاصل ہے، جس کے ذریعے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست ہوتا ہے، اور وہ دنیاو آخرت دونوں مقامات پر فلاح پاتا ہے، دنیا کا علم جس کا تعلق ضروریات معاش کے ساتھ ہے وہ بھی ضروری ہے، مگر ایک مسلمان کے نزدیک وہ درجہ دوم میں ہے، جبکہ پہلا درجہ علم دین کو ہی حاصل ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ علم دین کے حصول کے لیے مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے، اس لیے یہ علم حاصل کرنے والے طلباء کے ساتھ تعاون کرنے کا ذکر بھی میں نے کیا تھا، تحصیل علم کے لیے وہ چیزیں ضروری ہوتی ہیں، ان کی فراہمی میں تعاون کی ضرورت کی اہمیت کے متعلق بھی میں نے عرض کیا تھا اس سلسلہ میں مساجد و مدارس اور اساتذہ بھی آتے ہیں، دین کا علم حاصل کرنے والے نادار طلباء کی مالی مدد کرنا بھی ضروری ہے اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے اور اللہ کے راستے کا ایک اہم جز وعلم دین کا حصول بھی ہے۔

نماز جمعہ کی تاکید

اللہ کی راہ میں نکلنے کا اطلاق بہت سے امور پر ہوتا ہے مثلاً جو شخص گھر سے نکلتا ہے کہ مسجد میں پہنچ کر باجماعت نماز ادا کروں گا تو یہ بھی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے، پانچ وقتہ نمازیں تو بہرحال اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن جمعہ کی نماز زیادہ مؤکد ہے، کیونکہ نماز جمعہ کی قضا بھی نہیں ہے، جس شخص سے جمعہ کی نماز رہ گئی بس رہ گئی، اب وہ ظہر کی نماز ادا کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مسلمان بلاعذر تین جمعوں سے غیر حاضر رہے اس کا نام منافقین کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے، یہ سخت وعید ہے، مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے خاص طور پر گھر سے نکلنا اللہ کی راہ میں نکلنا ہے۔

قدم قدم پر نیکی

حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ روایت میں آتا ہے کہ جب کوئی مسلمان نماز پڑھنے کے لیے مسجد کا رخ کرتا ہے تو اسے ہر ایک قدم کے بدلے ایک ایک نیکی ملتی ہے، اور ایک ایک صغیرہ گناہ معاف ہوتا ہے، کیونکہ آدمی اللہ کے گھر میں فریضہ ادا کرنے کے لیے جا رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں کچھ مکانات خالی ہوئے تو دور کے رہنے والے بعض مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ وہ مکان کرایے پر لے لیں تا کہ حضور کے قریب رہ کر آپ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں جب حضور کو ان مسلمانوں کے اس ارادہ کا پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا، خلّدوا دیارکم تُکتبوا آثارکم، بھئی اپنے گھروں میں ہی مقیم رہو جہاں تم رہ رہے ہو، جب تم نماز کے لیے مسجد میں آتے ہو تو تمہارے ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور ایک ایک گناہ معاف ہوتا ہے، لہٰذا تم اجر سے محروم نہ ہو، چنانچہ ان لوگوں نے گھر تبدیل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ظاہر ہے کہ جب ہر قدم کے بدلے نیکی ملے تو پانچ وقتہ نمازوں کے لیے نکلنے پر ہزاروں نیکیاں حصے میں آتی ہیں اور ہزاروں گناہ معاف ہوتے ہیں، تو ان لوگوں نے فیصلہ کہ ہم دور سے ہی نماز کے لیے آجایا کریں گے، غرضیکہ یہ بھی اللہ کے راستے میں نکلنا ہے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جو آدمی سے ہر وقت سرزد ہوتے رہتے ہیں البتہ کبیرہ گناہ توبہ سے ہی معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک حقدار کو اس حق ادا نہ کر دیا جائے یا اس سے معاف نہ کرالیا جائے البتہ جو کوتاہی اللہ کے حق میں ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ چاہے معاف کر دے، تو میں نے عرض کیا کہ مسجد تک آنا بھی اللہ کی راہ میں نکلنا ہے۔

فی سبیل اللہ کی دیگر صورتیں

دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جہاد کے لئے نکلنا بھی اللہ کی راہ میں نکلنا ہے دوسروں کو دین کی باتیں سمجھانے کے لیے تبلیغ کے لیے نکلنا نہ کہ کاروبار کے لیے نکلنا بھی اللہ کی راہ میں نکلنا ہے حج اور عمرہ کے لیے جانا بھی اللہ کے راستے میں نکلنا ہے بشرطیکہ نیت خالص حج اور عمرہ کی ہو، سودا سلف خریدنا مقصد نہ ہو اگر چہ حج میں تجارت ممنوع نہیں ہے مگر بات تو نیت کی ہوتی ہے، خالص حج یا عمرہ کی نیت سے جائے اور اگر وہاں کوئی کاروبار بھی مل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کاروبار کی نیت سے جانا درست نہیں ہے۔

اللہ کی راہ سے روکنے والے

حج اور عمرہ پر جانے والے بعض لوگوں سے نشہ آور اشیاء بھی برآمد ہوئی ہیں جو کہ اسلام کی بدنامی کا باعث ہے، سعودی عرب کی حکومت ایسے لوگوں پر سختی کرتی ہے تو وہ بالکل حق بجانب ہے، ایسے لوگوں کا سر قلم ہی کر دینا چاہیے، وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے جو دین مذہب شرافت اور انسانیت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں ان کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، پاکستانی، بنگلہ دیشی اور افغانی خاص طور پر اس جرم میں ملوث پائے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض پکڑے بھی جاتے ہیں، اس جرم کے عادی لوگ دوسرے ملکوں میں بھی جاتے ہیں، تو ایسی ہی سمگلنگ کرتے ہیں، جس سے دوسرے مما لک والے ان لوگوں کے متعلق کیا نظریہ قائم کرتے ہیں کہ یہ کیسے لوگ ہیں، ان کا دین اور مذہب کیا ہے اور یہ کس اخلاق کے مالک ہیں، ایسے لوگوں کو دیکھ کر کون غیر مسلم ہوگا جو اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو، یہ لعنتی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے فرمان کے مطابق یصدونوں عن سبیل اللّٰہ اللہ کی راہ سے روکنے والوں میں شمار ہوتے ہیں وہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنے عمل اور کردار سے مخلوق خدا کو اللہ کی راہ سے روک رہے ہیں۔

قرآن کی صداقت

جاپان کے پروفیسر ہشام کا انٹرویو میں نے تقریباً تیس سال پہلے ایک رسالہ میں پڑھا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ تم مسلمان کیسے ہوئے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کو دیکھ کر مسلمان نہیں ہوا بلکہ اتفاق سے قرآن کا کچھ حصہ میرے ہاتھ لگ گیا میں اس کا مطلب سمجھ گیا تو اسلام کے بارے میں مجھے مزید تجسس پیدا ہوا پھر میں نے مصر جا کر عربی سیکھی اور قرآن کا مطالعہ کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سچی کتاب ہے لہٰذا اسے پڑھ کر میں نے

اسلام قبول کرلیا۔

تبلیغ دین کا اصل مقصد

میں اسی لئے عرض کیا کرتا ہوں کہ تبلیغ کے لیے جانے والوں کی نیت خالص تبلیغ دین کی ہونی چاہیے، ان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، ایک اپنی اصلاح ہو جائے اور دوسری یہ کہ دوسروں کی اصلاح کی جائے مگر اب تبلیغ والوں میں غلو پیدا ہو گیا ہے، یہ بھی اپنے آپ کو بڑا کامل سمجھنے لگے ہیں، اور بعض غلط باتیں بھی کرتے ہیں جو کہ نہیں ہونی چاہئیں، پہلے تو یہ بات پیش نظر ہونی چاہیے کہ اپنی اصلاح ہو جائے، یہ نہیں کہ چند الفاظ بول کر اپنے آپ کو بڑا مقرر سمجھ لیا جائے اور یہ بھی کہ علماء بھی ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سنیں، اگر کوئی عالم ان کی مجلس میں نہ بیٹھے تو کہتے ہیں فلاں تو عالم ہی نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ یہ تبلیغ سے نفرت کرتے ہیں، حالانکہ ایک عالم تبلیغ سے کیسے نفرت کر سکتا ہے جبکہ اس کا کام ہی تبلیغ کرنا ہوتا ہے، یہ غلو ہے اور اس کی اصلاح ہونی چاہیے، قرآن میں دونوں باتوں کا ذکر ہے، وھدینٰہ النجدین (البلد۔۱۰) پہلے اپنی اصلاح ہو جو کہ مقدم ہے اور پھر دوسروں کی اصلاح بھی کی جائے اگر اپنا عمل اور کردار ہی درست نہ ہوگا تو دوسروں کی اصلاح کیسے ہو سکے گی، جو شخص خود جھوٹ بولتا ہے، بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، محرمات کا ارتکاب کرتا ہے، معاملات درست نہیں ہیں، تو وہ دوسروں کی اصلاح کیسے کرے گا تو ھدینٰہ النجدین کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کی جائے، ہر مسلمان خصوصاً تبلیغ پر جانے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنی اصلاح کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی اندرونی خامیوں کو دور کرے اور جن ساتھیوں کے ساتھ مل کر تبلیغ کے لیے جا رہے ہیں ان کی وجہ سے ان کے اندر بھی کچھ خوبیاں پیدا ہو جائیں، الغرض اصلاح نفس مقدم ہے اور اصلاح عالم دوسرے نمبر پر ہے، یہ تو ایک مسلمان کے فرائض میں داخل ہے کہ پوری بنی نوع انسان کی اصلاح کی جائے مگر پہلے اپنی اصلاح ہونی چاہیے، اگر ایسا نہیں ہے تو وہ شخص دعویٰ میں جھوٹا ہے، اس کا دوسروں پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور اس طرح فائدہ بھی بہت کم ہی ہوگا، اگر اپنی اور مخلوق کی اصلاح کی بجائے کسی دوسرے ارادے سے جا رہا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں نکلنا شمار ہی نہیں ہوگا، اسی طرح اگر حج اور عمرے کے لیے جاتے وقت نیت محض سیر کی ہے یا سودا خریدنے کی ہے کہ یورپ کا سفر نہ کیا تو حجاز کا کر لیا تو ایسے سفر کی کچھ حقیقت نہیں ہوگی نہ وہ اللہ کے راستے میں نکلنا شمار ہوگا، ایسے سفر کا فائدہ تو درکنار اللہ کے ہاں باز پرس ہوگی، ان باتوں کا آج تو پتہ نہیں چلتا مگر اگلے جہاں میں پہنچ کر پتہ چل جائے گا کہ دنیا کی زندگی میں کون کیا کرتا رہا، بہرحال حج وعمرہ

جہاد، یا تبلیغ کے لئے جانا اللہ کی راہ میں نکلنا ہے۔

علم دین کی تعلیم

خاص طور پر علم دین حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلنے کے بارے میں ترمذی اور ابن ماجہ میں حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ حتیٰ یرجع ، جو شخص دین کا علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے جب تک وہ واپس نہیں آ جاتا وہ اللہ کے راستے میں ہی شمار ہوتا ہے، مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا دین کا علم مقدم ہے اور دنیا کا علم دوسرے نمبر پر ہے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج سارے مسلمان دوسرے نمبر کے علم کو پہلے نمبر پر شمار کر رہے ہیں جو کہ الٹ معاملہ ہے دین کے علوم پر تو ہماری فلاح کا مدار ہے، اور اس کو ہم پس پشت ڈال رہے ہیں، اگر ہمارا دین صحیح نہیں ہے تو دنیا بھی صحیح نہیں ہے، امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے گورنروں کو جو سرکلر جاری کیا اس کی ایک شق یہ تھی ان مــن اھــم امــورکــم عـنـدی الـصـلوۃ میرے نزدیک تمہارے اہم کاموں میں سے ایک اہم کام نماز کا انتظام قائم کرنا ہے، پہلے نماز کی فکر کرو اور اس کی حفاظت کرو، جس نے نماز کی حفاظت کی وہ دوسرے احکام کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دین کے باقی احکام کی بھی پرواہ نہیں کرے گا، امیر المومنین نے لوگوں کو دین کی تعلیم بھی گورنروں کی ذمہ داری میں ڈالی، ایک حدیث میں آپ کے آخری خطبہ کے یہ الفاظ بھی آتے ہیں، آپ نے گورنروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عدل وانصاف قائم کرنا، لوگوں کو ان کا جائز حق دلانا اور کتاب وسنت کی تعلیم بھی دلانا۔

اسلامی قانون کا اجرا

مگر آج ہمارے ملک میں اسلامی قانون جاری ہی نہیں لہذا ہمیں اپنے قانون سے واقفیت ہی نہیں، ہماری عدالتوں میں تو انگریز کے ترمیم شدہ قوانین ہی جاری ہیں، جنہیں تعزیرات ہند کی بجائے تعزیرات پاکستان کا نام دے دیا گیا ہے، اسلام کا قانون تو وضوء استنجا سے لے کر عدالتوں اور حکومت کے ہر شعبے پر حاوی ہے، قرآن وحدیث سے اخذ کر کے یہ سارا قانون امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کو سمجھا دیا تھا، فقہ کی کتابوں میں اول سے آخر تک ہر چیز آتی ہے، وضو نماز، زکوۃ، حج، نکاح، طلاق، بیع، شراء، وکالت، نظام حکومت، وراثت، جہاد غرضیکہ اسلامی قانون میں ہر چیز آتی ہے، چنانچہ نفاذ سے پہلے قانون کی تشریح ضروری ہوتی ہے تاکہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں مگر یہاں تو اپنے قانون کا پتہ ہی نہیں، تجارت کرتے وقت حلال حرام کی کوئی تمیز روا نہیں رکھی جاتی، اسلامی قانون کی چند

ٹوٹی پھوٹی باتیں کی جاتی ہیں، مگر مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے، لوگ کوشش کرتے رہے ہیں مگر کامیابی نہیں ہو سکی ، صرف توقع کی جارہی ہے کہ شاید خدا تعالیٰ کسی وقت مسلمانوں کو ہدایت دے اور وہ اس کے مطابق لوگوں کو چلانے کی کوشش کریں اور اس طرح ذلت سے باہر نکل سکیں، میں نے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بیان کیا کہ جو شخص علم دین کی تلاش میں گھر سے نکلا وہ گویا اللہ کی راہ میں نکلا، اس سلسلہ میں کتاب وسنت اور اس کے متعلقات کو اولیت حاصل ہوگی، اور نیت کی درستگی دو باتوں پر مشتمل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی جہالت سے نکالے یعنی میری بھی اصلاح ہو، اور حاصل کردہ علم کے ذریعے مخلوق کی بھی اصلاح ہو جائے، علم کی تو شرائط بھی ہیں، میں اس سلسلہ میں حدیث بھی پیش کروں گا کہ دینی علم کو غلط مقاصد کے استعمال کرنے کی کتنی وعید آئی ہے۔

دینی طلباء کے ساتھ تعاون کی ضرورت

میرے محترم بزرگو! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان لوگوں کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے للذین اُحصروا جن کو روک دیا گیا ہو اور وہ کام کاج یا محنت مزدوری کر کے اپنے اخراجات پورے نہ کر سکتے ہوں، دینی علم کے طلبا جب تک تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ کاروبار نہیں کر سکتے، اگر تعلیم کے ساتھ محنت مزدوری بھی جاری رکھیں تو علم کچا رہ جاتا ہے، لہٰذا ان کو معاش سے بے فکر ہو کر تعلیم کی طرف پوری توجہ دینی پڑتی ہے، غازیوں اور مجاہدوں کی طرح بھی اللہ کے راستے میں رکے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا ان کے ساتھ تعاون بھی ضروری ہوتا ہے، ان طلباء میں اکثر نادار لوگ ہوتے ہیں اور ویسے بھی امداد کے مستحق ہوتے ہیں، ان کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، یہ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد کے انسان اور ملت اسلامیہ کے افراد ہوتے ہیں، یہی لوگ آگے چل کر دین کے رہنما اور مسلمانوں کی مشکلات کو حل کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اب تو محاورہ بن چکا ہے کہ یہ محلے کی روٹیاں کھانے والے لوگ ہیں، یہ غلط ذہنیت ہے، اگر یہ کمزور ہیں تو ان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہیے اور معاشرے میں باعزت مقام دلانا چاہیے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا نظریہ

مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرمایا کرتے تھے، کہ اگر میرا بس چلے تو میں بالکل نچلے اور اونچے دونوں طبقات کی اصلاح کروں، دینی تعلیم حاصل کرنے والا طبقہ بہت پستی میں چلا گیا ہے اور ان کو تو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا، ان کو اوپر اٹھاؤں اور معاشرے میں باعزت مقام دلاؤں، دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو بہت اونچا ہو گیا ہے، انگریزی تعلیم حاصل کر کے سول سرونٹ بن گیا ہے اور ان لوگوں کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا ایسا ہے گویا کہ وہ پیدائشی طور پر

انگریز یا امریکن ہیں یا پھر دہریہ ہیں، ان کو نیچے لاؤں اور کہوں کہ انسان بنو اور انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہو، مگر یہ طلباء تو غریب لوگ ہوتے ہیں بلکہ مشرق سارا غرباء سے بھرا ہوا ہے، انگریز اور فرانسیسی مشرق کا سارا مال لوٹ کر یورپ لے گئے ہیں، اور اب امریکہ لوٹ رہا ہے، ان غیر ملکیوں نے تو اپنے ملکوں کو تو ترقی یافتہ بنا لیا ہے، مگر مشرقی ممالک کا ستیاناس مار دیا ہے، تو مولانا سندھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا بس چلے تو ان اونچے لوگوں کو ذرا نیچے برابر کی سطح پر لے آؤں۔

تقی سمرقندیؒ کا نظریہ

تو میں نے فی سبیل اللہ کا مطلب عرض کیا تھا کہ نیک مقاصد کیلئے نکلنے والے اللہ کی راہ میں نکلنے والے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ جو آدمی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے البتہ کسی بھی مقصد کے لیے نکلنے کے لیے نیت کی درستگی ضروری ہے، ایک بزرگ تقی سمرقندیؒ اپنی کتاب بستان العارفین میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے نیت کی اصلاح کرو، اس کے بعد علم حاصل کرنے کا مقصد بھی سمجھ لو تاکہ جہالت سے باہر نکل جاؤ، اس کے بعد اپنی اصلاح کرو اور دوسروں کی بھی اصلاح کرو، میں نے یہ بات عرض کر دی ہے، اگر اللہ نے موقع دیا تو میں علم کے بارے میں حدیث بھی عرض کروں گا اور قرآن کریم کی آیات بھی پیش کروں گا بشرطیکہ زندگی کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

دعائیہ کلمات

اس مسجد کے نمازی مستری عبدالعزیز صاحب بیمار ہیں صحت یابی کیلئے دعا کی درخواست کی ہے، اسلام آباد کے مستری اصغر علی صاحب بھی بیمار ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں، شیخ نذیر صاحب جو اکثر نمازیں یہی پڑھتے ہیں وہ بھی بیمار ہیں، حاجی محمد انور صاحب بیمار ہے اور گزشتہ دو جمعوں سے غیر حاضر ہیں، انہوں نے بھی دعا کے لیے کہا ہے، اپنی مسجد کے نمازی بابو امجد علی صاحب کی اہلیہ وفات پا گئی ہیں، مرحومہ نیک اور صالحہ خاتون تھیں، گکھڑ والے والے ملک صاحب بھی بہت اچھے آدمی تھے وہ بھی وفات پا گئے ہیں، ماسٹر عطاءاللہ شاہ کے بھائی سید ولایت علی شاہ لاہور میں وفات پا گئے ہیں، ہمارے ایک ساتھی یہاں سے بڑھ کر گیا تھا اس کے والد بابو عبدالحی بڑے صالح آدمی تھے، وہ بھی مظفر آباد میں فوت ہو گئے ہیں، ہمارے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والے مولوی محمد الیاس صاحب کی اہلیہ گزشتہ دنوں فوت ہو گئی ہیں، اس کے لیے بھی مغفرت کی دعا کرنی ہے۔

سب حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام بیمار مسلمان مردوں اور عورتوں بچوں، بوڑھوں کو ہر قسم کی جسمانی، روحانی بیماریوں سے شفایاب کرے جو مسلمان وفات پا چکے ہیں اللہ تعالیٰ سب کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کی حسنات کو شرف قبولیت بخشے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جو مسلمان پریشان حال ہیں اللہ تعالیٰ سب کی ہر قسم کی دینی و دنیاوی پریشانیوں کو دور فرمائے، کاروبار میں برکت اور رزق میں وسعت نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے ہیں اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم اشهد ان لااله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

”پی ڈی ایم کی کوششوں سے بالآخر شہباز شریف وزیرِ اعظم پاکستان منتخب ہو ہی گئے ہیں، اس منصب پر حلف اٹھانے کے بعد ہم انہیں بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اور اس موقع پر اپنا ذاتی تجزیہ بھی پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس اقتدار کا ٹائم بہت کم اور چیلنجز کا مقابلہ بہت زیادہ ہے، جن میں سے چند اہم ترین یہ ہیں۔

☆ مقابلہ میں اڑیل دشمن۔

☆ مہنگائی کے عفریت کو کنٹرول کرنا۔

☆ اتحادیوں کو باہم سمیٹ کر رکھنا۔

☆ عوام الناس کے دلوں میں جگہ بنانا۔

ان امور کی تکمیل کے بنا نہ تو یہ مختصر دورانیہ بہتر گزر سکتا ہے اور نہ ہی آئندہ الیکشن میں کامیابی ہی ممکن ہے، دیکھئے اب کیا نتیجہ نکلتا ہے، اللہ کریم ہی خیر کے فیصلے فرمائے۔

وما علينا الا البلاغ“ [مولانا محمد فیاض خان سواتی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

عجب و گھمنڈ کا ایک عبرتناک واقعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ المتوفی ۱۴۰۲ھ فرماتے ہیں۔

''انفاس عیسیٰ کے خاتمہ پر ایک نہایت اہم عبرت آموز واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ حیوٰۃ الحیوان دمیری سے مفتی محمد شفیع صاحب سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حال ناظم دارالعلوم کراچی نے محرم ۱۳۸۴ھ میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا، جو انفاس عیسیٰ سے زیادہ مفصل ہے اور اس سیہ کار نے بھی اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے بار بار اس کو سُنا جو دونوں سے زیادہ مفصل تھا اور نہایت ہی اہم سبق آموز عبرت انگیز ہے کہ آدمی کو بالخصوص جو کسی دینی منصب میں علمی ہو یا سلوکی یا اور کوئی دینی خدمت میں قدم رکھتا ہو اس کو اس قصہ سے بہت زیادہ عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، بالخصوص عجب و گھمنڈ اور کسی دوسرے کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھنے سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے، اور حضرت شیخ سعدی نور اللہ مرقدہٗ کے پیر و مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی نصیحت ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بہت ہی جامع اور اہم ہے، وہ فرماتے ہیں

؎ مرا پیر دانائے روشن شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش
دگر آنکہ بر غیر بد بیں مباش

فرماتے ہیں کہ مجھے میرے روشن ضمیر شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے کشتی میں بیٹھے ہوئے دو نصیحتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اپنے اوپر کبھی خود بینی میں مبتلا نہ ہوجیو، دوسرے یہ کہ دوسرے کے اوپر بد بینی تحقیر نہ کیجیو۔ بہت اہم نصیحت ہے۔ یہ قصہ بھی جو آگے آ رہا ہے خود بینی اور بد بینی کا نہایت عبرت آموز سبق ہے، اس سے بہت

عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

حضرت تھانوی نے تو بہت مختصر لکھا جس کی ابتداء یہ ہے کہ آدمی کو ہرگز زیبا نہیں کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، خود نفس ایمان بھی اپنے اختیار میں نہیں، بس حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو یہ دولت عطا فرما رکھی ہے، لیکن وہ جب چاہیں سلب کر سکتے ہیں، چنانچہ ابوعبداللہ ایک بزرگ تھے، بغداد میں ان کی وجہ سے تیس خانقاہیں آباد تھیں، وہ ایک بار مع اپنے مجمع کے چلے جا رہے تھے، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس قصہ کو ذرا زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

ذیل کا عبرت آموز واقعہ علامہ دمیری کی حیٰوۃ الحیوان مطبوعہ مصر سے نقل کیا جاتا ہے۔

سن ہجری کی دوسری صدی ختم پر ہے، آفتابِ نبوت غروب ہوئے ابھی بہت زیادہ مدت نہیں گزری، لوگوں میں امانت، دیانت اور تدین وتقویٰ کا عنصر غالب ہے، اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھ پر اس کو فروغ ہونے والا ہے کچھ برسرکار ہیں اور کچھ ابھی تربیت پا رہے ہیں، ائمہ دین کا زمانہ ہے، ہر ایک شہر علماء دین وصلحاء متقین سے آباد نظر آتا ہے، خصوصاً مدینۃ الاسلام (بغداد) جو اس وقت مسلمانوں کا دار السلطنت ہے، اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا ہے، ایک طرف اگر اس کی دلفریب عمارتیں اور ان میں گزرنے والی نہریں دل لبھانے والی ہیں تو دوسری طرف علماء اور صلحاء کی مجلسیں، درس وتدریس کے حلقے، ذکر وتلاوت کی دلکش آوازیں خدائے تعالیٰ کے نیک بندوں کی دلجمعی کا ایک کافی سامان ہے۔ فقہاء ومحدثین اور عُبّاد وزہاد کا ایک عجیب وغریب مجمع ہے، اس مبارک مجمع میں ایک بزرگ ابوعبداللہ اندلسی کے نام سے مشہور ہیں جو اکثر اہل عراق کے پیر ومرشد اور استاد محدث ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی ہے، جن کا ایک عبرتناک واقعہ ہمیں اس وقت ہدیہء ناظرین کرنا ہے۔

یہ بزرگ علاوہ زاہد وعابد اور عارف باللہ ہونے کے حدیث وتفسیر میں بھی ایک جلیل القدر امام ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں حفظ تھیں اور قرآن شریف کو تمام روایات قرأت کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا، تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بہت سے آدمی آپ کے ساتھ ہو لئے جن میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہما بھی ہیں، حضرت شبلی قدس سرہ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے نہایت امن وامان اور آرام واطمینان منزل بہ منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا تھا کہ ہمارا گزر عیسائیوں

کی ایک بستی پر ہوا، نماز کا وقت ہو چکا تھا، لیکن پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اب تک ادا نہ کر سکے تھے، بستی میں پہنچ کر پانی کی تلاش ہوئی، ہم نے بستی کا چکر لگایا، اس دوران میں ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرست نصرانیوں کے رہبان اور پادریوں کا مجمع تھا، کوئی آفتاب کو پوجتا اور کوئی آگ کو ڈنڈوت کرتا تھا اور کوئی صلیب کو اپنا قبلہ حاجات بنائے ہوئے تھا، ہم یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے، آخر گھومتے گھومتے بستی کے کنارے پر ہم ایک کنویں پر پہنچے جس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی پلا رہی تھیں، اتفاق سے شیخ مرشد ابوعبداللہ اندلسی کی نظر ان میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے خداداد حسن و جمال میں سب ہمجولیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ زیور اور لباس سے آراستہ تھی، شیخ کی اس سے چار آنکھیں ہوتے ہی حالت دگرگوں ہونے لگی، چہرہ بدلنے لگا، اس انتشار طبع کی حالت میں شیخ اس کی ہمجولیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے یہ کس کی لڑکی ہے؟

لڑکیاں: یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے۔

شیخ: پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنویں سے خود ہی پانی بھرتی ہے، کیا وہ اس کے لئے کوئی ماما نوکر نہیں رکھ سکتا جو اس کی خدمت کرے۔

لڑکیاں: کیوں نہیں مگر اس کا باپ ایک نہایت عقیل اور فہیم آدمی ہے، اس کا مقصود یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے مال و متاع حشم خدم پر غرہ ہو کر کہیں اپنے فطری اخلاق خراب نہ کر بیٹھے، اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی قصور نہ کرے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے، اور تین دن کامل اس پر گزر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے کلام کرتے ہیں، البتہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو نماز ادا کر لیتے ہیں، مریدین اور تلامذہ کی کثیر التعداد جماعت ان کے ساتھ ہے لیکن سخت ضیق میں ہیں کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن میں نے یہ حالت دیکھ کر پیش قدمی کی اور عرض کیا کہ اے شیخ! آپ کے مریدین آپ کے اس مستمر سکوت سے متعجب اور پریشان ہیں، کچھ تو فرمائیے کیا حال ہے۔

شیخ: (قوم کی طرف متوجہ ہو کر) میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں، پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آ چکی ہے کہ میرے تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے، اب

کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو چھوڑ دوں۔

حضرت شبلی: اے ہمارے سردار آپ اہل عراق کے پیر و مرشد علم و فضل اور زہد و عبادت میں شہرہ ءآفاق ہیں، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے، بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ: میرے عزیزو! میرا اور تمہارا نصیب تقدیر خداوندی ہو چکی ہے، مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا اور ہدایت کی علامات اُٹھالی گئیں، یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا ''اے میری قوم! قضا و قدر نافذ ہو چکی ہے، اب کام میرے بس کا نہیں ہے۔''

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حیرت سے رونا شروع کیا، شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے، یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہوگئی۔ اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے، لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر شیخ کی زیارت کے لئے شہر سے باہر آئے اور شیخ کو ہمارے ساتھ نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا، ہم نے سارا واقعہ بیان کیا، واقعہ سُن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا، شیخ کے مریدوں میں سے کثیر التعداد جماعت تو اسی غم و حسرت میں اسی وقت عالم آخرت کو سدھار گئی، اور باقی لوگ گڑگڑ کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کر رہے ہیں کہ اے مقلب القلوب! شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے، اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہوگئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت اور افسوس میں شیخ کے فراق میں ٹوٹتے رہے، ایک سال کے بعد جب ہم مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا۔

گاؤں والے: وہ جنگل میں سور چرا رہا ہے۔

ہم: خدا کی پناہ یہ کیا ہوا۔

گاؤں والے: اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی، اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کر لیا اور وہ جنگل میں سور چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔

ہم: یہ سن کو ششدر رہ گئے اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے، آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈنے لگا، بمشکل تمام دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جہاں وہ سور چرا رہے تھے، دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار باندھی ہوئی ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے

وعظ اور خطبے کے وقت سہارا لیا کرتے تھے، جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکا لیا، ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا۔

شیخ ؒ: (کسی قدر دبی زبان سے) وعلیکم السلام۔

شبلیؒ: اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے۔

شیخ ؒ: میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں، میرے مولا نے جیسا چاہا مجھے ویسا کر دیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا تھا، اے عزیزو خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو، اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو، اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا، اے میرے مولا میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا، یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کر دیا۔

(میرے والد صاحب اس قصہ کو سناتے وقت یہ شعر بھی شیخ کی طرف سے پڑھا کرتے تھے

؎ بے نیازی نے تیری اے کبریا
مجھ غریب و خستہ کو کیا کیا کیا

غالباً یہ کسی عربی شعر کا ترجمہ کسی اُردو داں شاعر نے کیا ہوگا) اور شیخ نے آواز دے کر کہا کہ اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر، (حدیث میں ہے السعید من وعظ بغیرہ یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔)

شبلیؒ: (رونے کی وجہ سے لکنت کرتی ہوئی آواز سے نہایت دردناک لہجے میں) اے ہمارے پروردگار، ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں، ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے، ہم سے یہ مصیبت دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں۔

خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مرغِ بسمل کی طرح لوٹنا تڑپنا اور چلانا شروع کر دیا اور اس زور سے چیخے کہ ان کی آواز سے جنگل اور پہاڑ گونج اٹھے، یہ میدان میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا، ادھر شیخ حسرت کے عالم میں زار زار رو رہے تھے۔

حضرت شبلیؒ: شیخ! آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھا کرتے تھے، اب بھی اس کی کوئی

آیت یاد ہے؟

شیخ ؒ: اے عزیز مجھے قرآن میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا۔

حضرت شبلیؒ: وہ دو آیتیں کونسی ہیں؟

شیخ ؒ: ایک تو یہ ہے وَمَنْ یُّھِنِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ مُّکْرِمٍ ، اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ۔ (جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور دوسری یہ ہے وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْل ۔(جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا، تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا)۔

شبلیؒ: اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے برزبان یاد تھیں، اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے؟

شیخ ؒ: صرف ایک حدیث یاد ہے، یعنی من بدل دینه فاقتلوه (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو)

شبلیؒ: ہم یہ حال دیکھ کر بصد حسرت و یاس شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کا قصد کیا، ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور با آواز بلند شہادتیں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھتے جاتے تھے، اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت اور حسرت و یاس کا اندازہ ہو۔

شیخ ؒ: (قریب پہنچ کر) ''مجھے ایک پاک کپڑا دو'' اور کپڑا لے کر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی، ہم منتظر ہیں کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سنیں، تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

ہم: اس خدائے قدیر و علیم کا ہزار ہزار شکر، جس نے آپ کو ہم سے ملایا اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر جانے کے بعد پھر درست فرما دیا، مگر ذرا بیان تو فرمائیے کہ اس انکار شدید کے بعد پھر آپ کا آنا کیسے ہوا۔

شیخ ؒ: میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے میں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ خداوندا مجھے اس جنجال سے نجات دے میں تیرا خطا کار بندہ ہوں، اس سمیع الدعا نے بایں ہمہ میری آواز سن لی اور میرے سارے گناہ محو کر دیئے۔

ہم: کیا شیخ! آپ کے اس ابتلا (آزمائش) کا کوئی سبب تھا۔

شیخ ؒ: ہاں جب ہم گاؤں میں اُترے اور بت خانوں اور گرجا گروں پر ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مؤمن موحد ہیں اور یہ کم بخت کیسے جاہل واحمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، مجھے اس وقت ایک غیبی آواز دے گئی کہ ''یہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے، کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو، اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں'' اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کوئی جانور میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے، جو درحقیقت ایمان تھا۔

حضرت شبلی ؒ: اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا، سب مریدین شیخ کی زیارت اور ان کے دوبارہ قبولِ اسلام سے خوشیاں منارہے ہیں، خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے، بادشاہ وقت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ ہدایا پیش کئے، شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں مشغول ہو گئے اور پھر وہی حدیث و تفسیر، وعظ وتذکیر، تعلیم وتربیت کا دور شروع ہو گیا، خداوند عالم نے شیخ کا بھولا ہوا علم پھر ان کو عطا فرما دیا۔ بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم وفن میں ترقی ہے۔ تلامذہ کی تعداد چالیس ہزار اور اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔

میں: آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا مقصود ہے؟

آنے والا: اپنے شیخ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو آپ فلاں گاؤں میں (اس گاؤں کا نام لے کر جس میں شیخ مبتلا ہوئے تھے) چھوڑ کر آئے تھے آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہے۔ سچ ہے کہ جب کوئی خدا تعالیٰ کا ہو رہتا ہے تو سارا جہاں اس کا ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ لیتا ہے تو ہر چیز اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔

ع چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

میں شیخ کے پاس گیا، واقعہ بیان کیا، شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے اور خوف سے کانپنے لگے، اس کے بعد اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔

لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زار زار رو رہی ہے، شدت گریہ دم لینے کی اجازت نہیں دیتا کہ کچھ کلام کرے۔

شیخ ؒ: (لڑکی سے خطاب کرکے) تمہارا یہاں آنا کیسے ہوا؟ اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا۔

لڑکی: اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی، میری بے چینی اور بے قراری جس حد کو پہنچی اس کو کچھ میرا دل ہی جانتا ہے، نہ بھوک رہی نہ پیاس، نیند تو کہاں آتی، میں رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی، اور اس وقت مجھ پر کچھ غنودگی سی غالب ہوئی، اسی غنودگی میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اگر تو مؤمنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کا اتباع کر، اور اپنے دین سے توبہ کرکے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔

میں: (اسی خواب کے عالم میں اس شخص کو خطاب کرکے) شیخ کا دین کیا ہے؟

شخص: اس کا دین اسلام ہے۔

میں: اسلام کیا چیز ہے؟

شخص: اس بات کا دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسول و پیغمبر ہیں۔

میں: تو اچھا میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں۔

شخص: ذرا آنکھیں بند کر لو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔

میں: بہت اچھا، یہ کہا اور کھڑی ہو گئی اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔

شخص: میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر بولے، بس آنکھیں کھول دو، میں نے آنکھیں کھولیں، اپنے کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پایا اب میں متحیر ہوں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں کہ چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔

اس شخص نے آپ کے حجرہ کی طرف اشارہ کرکے کہا، یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے، وہاں چلی جاؤ، اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی خضر (علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے، میں اس شخص کے اشارہ کے موافق یہاں پہنچ گئی، اور اب آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں، مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شیخ نے اس کو مسلمان کرکے اپنے پڑوس کے ایک حجرہ میں ٹھہرا دیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو۔

لڑکی عبادت میں مشغول ہو گئی اور زہد و عبادت میں اپنے اکثر اقران سے سبقت لے گئی، دن بھر روزہ رکھتی

اور رات بھر اپنے مالک بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی ہے، محنت سے بدن ڈھل گیا، ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، آخر اسی میں مریض ہوگئی، اور مرض اتنا ممتد ہوا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، اور اب اس مسافرِ آخرت کے دل میں اس کے سوا کوئی حسرت باقی نہیں کہ ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے، کیونکہ جس وقت سے اس حجرے میں مقیم ہے نہ شیخ نے اس کو دیکھا ہے اور نہ یہی شیخ کی زیارت کر سکی، جس سے آپ چند گھڑی کے مہمان کی حسرت و یاس کا اندازہ کر سکتے ہیں، آخر شیخ کو کہلا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس ہو جائیں۔

شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے، جاں بلب لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کی طرف دیکھنا چاہتی ہے مگر آنسوؤں میں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھر کر دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں، آنسوؤں کا ایک تار بندھا ہوا ہے مگر ضعف سے بولنے کی اجازت نہیں، لیکن اس کی زبان بے زبانی یہ کہہ رہی ہے

؎ دمِ آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
سدا پھر دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر لڑکھڑائی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا، السلام علیکم۔

شیخ شفقت آمیز آواز سے، تم گھبراؤ نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے۔

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہو کر خاموش ہوگئی اور اب یہ خاموشی ممتد ہوئی کہ یہ مہر سکوت صبح قیامت سے پہلے نہ ٹوٹے گی۔ اس پر کچھ دیر نہیں گزری تھی مسافرِ آخرت نے اس دار فانی کو خیرباد کیا۔

شیخ اس کی وفات پر آبدیدہ ہیں، مگر ان کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی، حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ چند ہی روز کے بعد شیخ اس عالم فانی سے رخصت ہوئے، کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پرفضا باغ میں مقیم ہیں اور ستر حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے، جن میں پہلی وہ عورت جس کے ساتھ نکاح ہوا، وہ لڑکی، اور اب وہ دونوں ابدالآباد کیلئے جنت کی بیش قیمت نعمتوں میں خوش وخرم ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم۔

حضرت تھانوی نے اس کے بعد انفاسِ عیسیٰ میں نقل کیا ہے کہ جب یہ حال ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت جو ہماری حالت درست ہے وہ ہماری مستقل اختیار سے ہے، علاوہ اس کے یہ بھی تو سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص

بہت حسین ہومگر وہ اپنے چہرے پر کالک مل لے تو اس کا قدرتی حسن حقیقۃً زائل نہ ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی بدشکل ہومگر وہ پاؤڈر مل لے تو کیا وہ حسین ہو جائے گا، تو بعض لوگوں کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے جیسا پاؤڈر، ایسے ہی بعض لوگوں کا کفر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کالک، جب ذرا ہٹا تو اصل رنگ عود کر آیا، اور اس کا ہٹ جانا اپنے مستقل اختیار میں نہیں ہے، یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، تو پھر کیا زیبا ہے کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، فقط۔

یہ قصہ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے بھی سنا تھا، اس میں ایک شعر جو اوپر گزر چکا وہ فرماتے تھے کہ اس شعر کو شیخ ابوعبداللہ اندلسی کثرت سے پڑھا کرتے تھے، وہ غالباً عربی کا کوئی شعر ہوگا جس کا اردو میں کسی نے ترجمہ کیا۔''

(آپ بیتی نمبر ۵ یایادایام نمبر ۴ تکملہ ص ۷۹۴ تا ص ۸۰۷، طبع کراچی)

''بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ کی اہلیہ ان کے دور خلافت میں فجر اور عشاء کیلئے مسجد جایا کرتی تھیں۔ انہیں اپنی طبعی غیرت کی وجہ سے یہ پسند نہیں تھا لیکن منع نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بقول نبی اکرمؐ کا یہ ارشاد تھا کہ اللہ کی بندیوں کو مسجد جانے سے نہ روکا کرو۔'' [مولانا زاہدالراشدی]

مولانا زاہد الراشدی
جانشین امام اہل السنۃؒ

سودی نظام اور ہمارا افسوسناک رویہ

[۲۰، رمضان المبارک کو مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کا خلاصہ]

بعد الحمد والصلوٰۃ!

کچھ عرصہ سے جمعۃ المبارک کے خطبات میں قرآن کریم کے حوالہ سے مختلف پہلوؤں پر بات چل رہی ہے، گزشتہ جمعہ اس پہلو پر گفتگو ہوئی تھی کہ قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور بہت سی باتوں اور کاموں سے منع کیا ہے جنہیں اوامر اور نواھی کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں کچھ حلقوں کی طرف سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کی حیثیت آرڈر اور حکم کی نہیں بلکہ راہنمائی اور مشورہ کی ہے، اس کا ذکر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں کیا ہے اور آج بھی یہ بات اِسی انداز میں سامنے لائی جا رہی ہے۔ اس پر یہ عرض کیا تھا کہ قران کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام آپشنز نہیں بلکہ آرڈرز ہے اور ان پر عمل کے بارے میں قیامت کے دن ہر شخص جواب دہ ہوگا اور اس پر سزا و جزا کا مدار ہوگا۔

آج کی گفتگو اس حوالہ سے ہوگی کہ قرآن کریم نے بہت سے کاموں سے منع کیا ہے مگر ان میں سے بعض امور پر سخت لہجہ اختیار کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بہرحال بچنا ضروری ہے، ان میں سے ایک کام سود کا لین دین بھی ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ''ان کنتم مومنین'' اگر تم مسلمان ہو تو سود کا لین دین ترک کر دو اور منع کے باجود سودی کاروبار کو جاری رکھنے کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ سے تعبیر کیا ہے، جس سے اس کبیرہ گناہ کی سنگینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

سود کا لین دین پہلی امتوں میں بھی حرام تھا بلکہ قرآن کریم نے بنی اسرائیل پر خدا کی لعنت کے اسباب میں

ذکر کیا ہے کہ ’’وأخـذهـم الربوٰا وقد نهوا عنه‘‘ انہیں سود سے منع کیا گیا تھا مگر اس کے باوجود وہ سود کا لین دین کرتے تھے جس پر ’’لعناهم‘‘ ہم نے ان پر لعنت مسلط کر دی، یہود کے لیے سود حرام ہونے کا تذکرہ آج کی بائیبل میں بھی موجود ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو عرب معاشرہ میں سود کا لین دین عام تھا جو ذاتی قرضوں میں بھی تھا اور تجارت میں بھی تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی ساری قسموں کو ممنوع قرار دے دیا اور عملاً بھی ختم کیا، اس موقع پر یہ سوال اٹھایا گیا جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے کہ ’’انـمـا البيـع مثـل الربوٰا‘‘ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کہ اشیاء کا تبادلہ تجارت ہے جس پر منافع جائز ہے تو رقوم کا تبادلہ بھی اسی طرح ہے اس پر منافع میں کیا حرج ہے؟

اللہ نے قرآن کریم میں اس کا واضح جواب دیا کہ ’’واحـل الـلّٰـه البيع وحرم الربوٰا‘‘ یہ دونوں مختلف معاملات ہیں، اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے مکمل خاتمہ کا اعلان فرمایا بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر اس کے عملی آغاز کے لیے اپنے چچا محترم حضرت عباسؓ کو جو سود کا کاروبار کیا کرتے تھے اپنے ساتھ کھڑا کر کے سب صحابہ کرامؓ کے سامنے اعلان کیا کہ انہوں نے لوگوں کو جو سود پر قرضے دے رکھے ہیں ان میں اصل رقم واپس ہوگی اور سود کی رقم کی ادائیگی نہیں کی جائے گی گویا نبی اکرمؐ نے سود کی حرمت کے اعلان سے قبل دیے گئے قرضوں پر بھی سود ختم کرنے کا اعلان فرمایا، سیرت طیبہ کی کتابوں میں طائف کے قبیلہ بنوثقیف کے قبول اسلام تفصیل پڑھی جا سکتی ہے بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ اصحاب ذوق اس کا ضرور مطالعہ کریں جس میں بتایا گیا ہے کہ بنوثقیف کا وفد اپنی قوم کی طرف سے نبی اکرمؐ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کیلئے مدینہ منورہ آیا تو انہوں نے قبول اسلام کے لیے کچھ شرائط پیش کیں جن میں ایک یہ تھی کہ چونکہ دوسری قوموں اور قبائل کے ساتھ ان کی تجارت سود کے ذریعہ ہوتی ہے اس لیے وہ سود نہیں چھوڑ سکیں گے، اسی طرح انہوں نے کہا کہ وہ نماز کے اوقات کی پابندی نہیں کر سکیں گے، ان کا بت ’’لات‘‘ نہیں توڑا جائے گا، ان کے علاقہ میں انگور کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے جس سے شراب بنتی ہے اور اس پر ان کی معیشت کا مدار ہے اس لیے شراب ترک کرنا بھی ان کے لیے مشکل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود والی شرط سمیت تمام شرائط مسترد فرما دیں اور بنوثقیف کو اپنی شرائط سے دست بردار ہو کر غیر مشروط طور پر مکمل اسلام قبول کرنا پڑا۔

میں عرض کیا کرتا ہوں کہ بنوثقیف کی شرائط کو مسترد کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غیر مشروط طور پر تمام احکام اسلام قبول کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے صرف ایک رات میں باہمی مشورہ کر کے ان شرائط سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کر لیا مگر ہماری صورت حال یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے اپنے خطاب میں واضح طور پر کہا تھا کہ ہم اپنی معیشت کی بنیاد مغرب کے اصولوں پر نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات و احکام پر رکھیں گے جبکہ دستور پاکستان میں سود کو اسلام کے منافی قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کم از کم مدت میں ملک سے سودی نظام کا خاتمہ کرے، اس کے بعد وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ آف پاکستان نے بھی دوٹوک فیصلہ دیا کہ ملک میں رائج تمام سودی قوانین قرآن و سنت سے متصادم ہیں، اس لیے انہیں یکسر ختم کر دیا جائے، مگر ہم قومی سطح پر ابھی تک تذبذب کا شکار ہیں اور ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں جو یقیناً اللہ تعالیٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے، حتیٰ کہ اس سودی نظام کی نحوست ہے کہ ہم اسٹیٹ بینک آف پاکستان پر آئی ۔ ایم ۔ ایف کا کنٹرول تسلیم کر کے اپنی قومی خود مختاری کو بھی داؤ پر لگا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں توبہ و استغفار کی توفیق دیتے ہوئے قرآن و سنت کی عملداری کی طرف واپس جانے کی توفیق سے نوازیں، آمین یا رب العالمین۔

> ’’نبی کریمؐ کی ناموس اور اسلامی تعلیمات و روایات کو جس طرح بین الاقوامی پروپیگنڈے اور کردارکشی کا سامنا رہتا ہے، ہمارے دانشوروں کی دینی و ملی ذمہ داری ہے کہ اس کا مقابلہ ویسے ہی کریں جیسے غزوۂ خندق کے بعد خطابت اور شاعری کی جنگ میں حضرت حسانؓ، کعبؓ، عبداللہؓ اور ثابتؓ نے کیا تھا۔‘‘ [مولانا زاہد الراشدی]

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

سورۃ الفاتحہ کے تین اہم پہلو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نُجُوْمِ الْھُدٰی، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ oمٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِo اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ o اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ o غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَo

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

محترم حاضرین و برادران اسلام وخواتین محترمات!

تمہید

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی سب سے پہلی سورۃ ''الفاتحہ'' تلاوت کی ہے، اس سورۃ مبارکہ کی روشنی میں اس میں آمدہ صرف تین پہلوؤں پر تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں، وگرنہ تو یہ سورۃ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے، سات آیات ہیں، تاہم یہ سارے قرآن کریم کا خلاصہ ہے، اس میں بڑی تفصیلات ہیں، میں سر دست صرف اس کے تین پہلوؤں پر بات کرنا چاہوں گا۔

ایک یہ کہ سورۃ الفاتحہ دُعا ہے، دوسرا یہ کہ سورۃ الفاتحہ شفا ہے اور تیسرا یہ کہ اس پر ایمان لانے کے بعد اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ ومفہوم

سب سے پہلے اِن آیات کا ترجمہ ومفہوم عرض کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اُس نے ہی سب کو پیدا کیا ہے اور وہی سب کا پالنہار ہے۔ اس میں عموم ہے، چاہے اچھے لوگ ہیں یا بُرے، مسلمان ہیں یا کافر، خدا کو مانتے ہیں یا نہیں، وہ سب کو پیدا کرتا ہے۔ اپنے اپنے طریقے کے مطابق، اپنے اپنے مذہب کے مطابق اور اپنی اپنی رسومات کے مطابق ساری ہی دنیا کے لوگ خدا کی تعریف کرتے ہیں۔ بعض لوگ خدا کو نہیں مانتے جیسے دہریے، لیکن وہ بھی خدا کی ذات اور اس کی صفات کو ماننے کے بغیر اس دنیا کی زندگی میں آگے قدم نہیں رکھ سکے۔ تو تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب اور پالنہار ہے، یعنی وہی پالتا ہے۔ وہ کافروں کو بھی دیتا ہے، مسلمانوں کو بھی دیتا ہے، ماننے والوں کو بھی دیتا ہے اور انکار کرنے والوں کو بھی دیتا ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔ کافروں اور مسلمانوں، غرضیکہ سب کیلئے اس دنیا میں اُس کی مہربانی کارگر ہے، جبکہ آخرت میں ایمان والوں کیلئے اس کی بڑی مہربانی ہوگی، کیونکہ اُن کو جزا ملے گی اور جنہوں نے نہیں مانا، اُن کو اِس دنیا میں اُس نے پال دیا ہے اور بڑی نعمتیں دے دی ہیں۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہ انصاف والے دن کا مالک ہے۔ یہ جو دنیا اس نے بنائی ہے، اس میں اس نے انسانوں کے ذمے جو چیزیں لگائی ہیں، ظاہر بات ہے کہ اس کا نتیجہ بھی ایک دن نکلے گا، انصاف ہوگا، فیصلے ہوں گے اور سب کو ان کا بدلہ ملے گا، وہ انصاف والا دن ہے، وہاں کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی، غلط فیصلے نہیں ہوں گے، وہاں کوئی رشوت نہیں چلے گی، وہاں کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا، وہاں انصاف ہی انصاف ہوگا، اُس انصاف والے دن کا مالک وہ ہے، کیونکہ انصاف اُسی نے بنایا ہے۔

انسانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ اُن کا یہ عقیدہ ہو، ایمان ہو اور عمل بھی ہو اور وہ یہ کہیں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ عبادت صرف خدا کی ہے، اس کے علاوہ کسی کی نہیں، چاہے کتنی بھی بڑی ہستی کیوں نہ ہو، انبیاءؑ سے بلند ہستی دنیا میں کوئی نہیں ہوتی، لیکن اُن کی بھی عبادت نہیں کر سکتے، اور خدا سے ہی مدد مانگنی ہے، مافوق الاسباب جو مدد کرنے والا ہے وہ صرف خدا ہے۔ ماتحت الاسباب جو ہم معاشرے میں ایک دوسرے کی مدد وغیرہ کر سکتے ہیں، اس کی بات نہیں، یہ ایک سوسائٹی کی

ضرورت ہے، مجھے پانی کی ضرورت ہے، میں اسے کہتا ہوں پانی لاؤ، یہ اس میں نہیں آتا، وہ باتیں جو خدا ہی کے لائق ہیں، اُن میں کسی اور سے مدد طلب کرنا، مثلاً اولاد دینا خدا کا کام ہے، آدمی خدا سے نہیں دعا کرتا، کسی قبر والے کو سجدہ کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ مجھے اولاد دو، تو شرک ہو جائے گا، اس وجہ سے شرک کو چھوڑنا پڑے گا اور توحید کو اختیار کرنا پڑے گا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

اور پھر یہ نظریہ قائم کرنے کے بعد دُعا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہر وقت کرتے رہنا چاہئے، وہ کیا دُعا سکھلائی گئی ہے، بڑی اہم دُعا ہے، قرآن کریم شروع کرتے وقت ہی ہم یہ دعا کرتے ہیں، سورۃ فاتحہ ہر نماز میں پڑھتے ہیں، بار بار اس کو دُہراتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دُعا کثرت کے ساتھ کرنی چاہئے، اور وہ یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت نصیب فرما۔ یہ اسی کے اختیار میں ہے، وہی دلوں کو پھیرنے والا، اس کے علاوہ کسی کے پاس یہ اختیار نہیں ہے، انسان تو بس کوشش کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرمادیا، جب وہ اپنے چچا ابو طالب کو ایمان کی دعوت دے رہے تھے، وہ مانتا نہیں تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (القصص۔۵۶) آپ جسے چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے، اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ سے ہر وقت ہدایت کی دعا کرنی چاہئے، نبی کا کام یہ ہوتا ہے اِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ۔ (الرعد۔۴۰) آپ پر اللہ کی بات کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے، یعنی وہ مالک یوم الدین کا کام ہے۔

الغرض! ہر وقت یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سیدھے راستے پر ہمیں ہدایت نصیب فرما۔ سیدھے راستے کی تعیین بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود واضح فرمادی ہے، کوئی یہ نہ کہے کہ ہمیں یہ بھی نہیں بتلایا۔ اللہ نے سیدھا راستہ خود ہی بتادیا ہے، جو اللہ کو مطلوب ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِم سیدھا راستہ کون سا ہے؟ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تُو نے انعام کیا ہے۔ یعنی اُن پر بڑا فضل کیا ہے، اللہ نے کن پر زیادہ فضل کیا ہے اور کن کو زیادہ انعام دیا ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسرے مقام میں خود فرمایا فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ (النساء۔۶۹) چار قسم کے لوگ ہیں۔ وہ انبیاء ہیں، صدیقین ہیں،

شہداء ہیں اور نیک لوگ ہیں۔ یادر ہے کہ ان میں سے ایک صفت ہمیں حاصل نہیں ہوسکتی، انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے جناب رسول اللہؐ پر، آپؐ خاتم النبیین ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، لہٰذا نبی بننے کی کوئی کوشش نہ کرے، نبی نہیں بن سکتا، البتہ باقی تینوں صفات حاصل ہوسکتی ہیں، صدیقین، شہداء اور صالحین کا مرتبہ ہر ایک کو حاصل ہوسکتا ہے، چاہے مرد ہو یا خاتون ہو۔ تو یہ انعام یافتہ لوگ ہیں جو سیدھے راستے پر تھے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کے راستے پر ہمیں ہدایت نصیب فرما جن پر تُو نے انعام کیا ہے۔ اور سیدھے راستے پر چلنے کے ساتھ ساتھ غلط راستے سے بچنے کی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تلقین فرمائی ہے۔ راستے دو ہی ہوتے ہیں، ایک سیدھا اور دوسرا اُلٹا۔ اگر سیدھے راستے پر جائے گا تو اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا، غلط راستے پر جائے گا تو سفر بھی لمبا ہوگا، تھکاوٹ بھی ہوگی، تکلیفیں بھی اٹھائے گا اور خوار بھی ہوگا۔ ظاہر بات ہے کہ پھر وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تو سیدھے راستے پر چلنے کی ہر وقت دعا کرنی چاہئے، جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے غلط راستے سے بچنے کیلئے بھی حکم فرمایا ہے، وہ دو راستے ہیں جن سے بچنے کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنیادی طور پر تلقین فرمائی ہے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کے راستے پر ہمیں نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور ان لوگوں کے راستے پر بھی ہمیں نہ چلا جو بھٹک گئے ہیں، یعنی گمراہ ہو گئے ہیں۔

بنیادی طور پر ان دو راستوں سے ہی منع کیا گیا ہے کہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، اُن کے ساتھ نہیں چلنا اور جو بھٹک گئے ہیں، اُن کے ساتھ بھی نہیں چلنا، بلکہ اُن لوگوں کے ساتھ چلنے کی دُعا کیا کرو اور چلا کرو جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یہ تو سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ ومفہوم تھا، اب میں اس کی تھوڑی سی وضاحت بھی کروں گا۔

میں بالترتیب عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم دُعا ہے، پہلی بات میں نے یہ کی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک ایسی سورۃ اور ایسا کلام ہے جو اکٹھا نازل ہوا ہے، باقی سورتیں ایسے نہیں ہیں، وہ ایک آیت، دو آیتیں، ایک رکوع، دو رکوع، اس طرح کر کے نازل ہوتی تھیں، یہ سورت ساری اکٹھی نازل ہوئی، اور پھر دو دفعہ نازل ہوئی، ایک دفعہ مکی زندگی میں اور دوسری دفعہ مدنی زندگی میں۔

احادیث کو آپ پڑھیں گے اور قرآن کریم کی تفاسیر کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس سورۃ کے بہت سارے نام جناب رسول اللہؐ نے بتائے ہیں۔ بعض اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم میں آئے ہیں اور کچھ جناب رسول اللہؐ نے بتائے ہیں۔ سارے گنے جائیں تو بیس سے زیادہ بنتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس

کوقرآن کریم میں سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ۔ (الحجر۔۸۷) کہا ہے،یعنی وہ سات آیات جو دہرائی جاتی ہیں،وہ یہ ہیں یعنی سورۃ الفاتحہ۔اس کوسورۃ الدعا بھی کہا گیا ہے،سورۃ الشفاء بھی کہا گیا ہے، یہ سورۃ الفاتحہ بھی ہے،سورۃ الحمد بھی اس کو کہتے ہیں،سورۃ وافیہ بھی ہے، کنز بھی ہے،ام المسئلہ بھی ہے،ام الکتاب بھی ہے، بہت سارے نام ہیں علیٰ ہٰذا القیاس بیس سے زائداس کے نام ہیں۔اُن میں سے میں صرف تین کے بارے میں بات کروں گا۔

سورۃ الفاتحہ بطور دُعا

یہ دُعا ہے،ایک تو اس کو بطورِ دُعا پڑھتے رہنا چاہئے۔پہلے تو ہر مرد اور خاتون کو اسے یاد کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا لَا صَلَاةَ لِمَنۡ لَّمۡ یَقۡرَأۡ بِفَاتِحَةِ الۡکِتَابِ اس کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔اکیلا آدمی نماز پڑھ رہا ہے،سورۃ فاتحہ جب تک نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔قراءت نماز کا رکن ہے اور سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔واجب چھوٹ جائے،یعنی کسی نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا،اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز ہی نہیں ہوگی،نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی، یہ اتنی اہم بات ہے،لہٰذا اس سورۃ کو یاد کرنا چاہئے کہ اس کے بغیر ہماری افضل ترین عبادت نماز اداء نہیں ہوتی اور یہ خود بخود دُعا ہے،اس کو بطور دعا ہر وقت دہراتے رہنا چاہئے،اپنی زندگی کا معمول بنانا چاہئے،دن اور رات میں سورۃ فاتحہ کو پڑھتے رہنا چاہئے،موقع بہ موقع سوتے وقت پڑھ لے،کسی نماز کے بعد پڑھ لے،کسی فارغ وقت میں اس کو بطور دُعا پڑھتا رہے۔

سورۃ الفاتحہ بطور شفا

دوسری بات یہ کہ یہ شفا بھی ہے۔یہ روحانی شفا ہے اور بسا اوقات اس سے جسمانی شفا بھی حاصل ہوتی ہے۔انسان کو دو قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں،ایک جسمانی،جس کا علاج ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس کیا جاتا ہے ،اور ایک روحانی،دل کی بیماریاں ہیں،دماغ اور فکر کی بیماریاں ہیں، یہ جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے اور روحانی بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے،ایک واقعہ کے ساتھ اس بات کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

حدیث کی بہت سی کتابوں ترمذی،مشکوٰۃ،مسند احمد وغیرہ میں یہ واقعہ موجود ہے،حضور نبی اکرمؐ نے ایک مرتبہ ایک سریہ بھیجا،سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں جناب رسول اللہؐ کسی وجہ سے خود تشریف نہیں لے جاتے ، بلکہ کسی کو امیر مقرر کرتے ہیں جس کی قیادت میں جا کر جنگ ہوتی ہے،اس کے مقابلے میں غزوہ ہوتا ہے جس میں جناب رسول اللہؐ خود قیادت فرماتے ہیں، چنانچہ آپؐ نے ایک سریہ بھیجا،اس میں صحابہ کرامؓ تھے،ایک جگہ جا کر انہوں نے

پڑاؤ ڈالا، اس زمانے میں ریسٹورنٹ نہیں ہوتے تھے، جس بستی میں جاتے اور جہاں پڑاؤ ڈالتے وہاں قرب وجوار کے لوگوں کو کہتے کہ بھئی ہم مسافر ہیں، تو وہ لوگ ان کے کھانے پینے اور رہنے کا بندوبست کرتے تھے، یہی طریقہ پہلے سے پورے عرب میں چل رہا تھا، آج بھی جن دور دراز کے علاقوں میں ہوٹل وغیرہ نہیں ہیں، وہاں جب لوگ جاتے ہیں تو یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ہے نہیں، لشکر نے پڑاؤ ڈالا، اسی دستور کے مطابق انہوں نے بستی والوں سے کہا کہ ہم یہاں مسافر ہیں، آپ ہماری مہمانی کریں، یعنی ہم تمہارے مہمان ہیں، انہوں نے انکار کر دیا کہ ہم تمہاری مہمانی نہیں کرتے، وہ مسلمان نہیں تھے، انہوں نے دیکھا کہ یہ مسلمان ہیں، کہنے لگے کہ ہم نہ تمہیں یہاں ٹھہراتے ہیں اور نہ کھانے پینے کو کچھ دیں گے، وہ خاموش ہو گئے، کیا کر سکتے تھے، اسی طرح بیٹھ گئے۔

اس بستی کا جو سردار تھا، خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ اس کو بچھو نے ڈنگ مار دیا، بچھو جب ڈنگتا ہے تو آدمی تڑپتا ہے، یہ بھی اللہ کی قدرت ہے، جانوروں میں بھی اللہ نے بڑی خاصیات رکھی ہیں، سانپ ڈنگ مارے تو بظاہر بالکل تکلیف نہیں ہوتی، زہر چڑھے تو آدمی مرتا ہے، بچھو ڈنگ مارے تو چوبیس گھنٹے آدمی تڑپتا رہتا ہے، بچھو میں اللہ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ یہ سوئے ہوئے آدمی کو یا مردہ آدمی کو ڈنگ نہیں مارتا، جب کسی میں حرکت ہوگی تو ڈنگ مارے گا، جانوروں کی اپنی اپنی خاصیات ہیں، وہاں کی بستی کے سردار کو جب بچھو نے ڈنگ مار دیا تو انہوں نے بڑا دوا دارو کیا، وہ تڑپ رہا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کیلئے کیسے اسباب پیدا کرتا ہے اور کیسے انعام سے نوازتا ہے، جتنے بھی معالج موجود تھے انہوں نے ان سے علاج کروایا لیکن کچھ افاقہ نہیں ہو رہا تھا، دم درود والے بھی سب فارغ کر دیے، کسی سے کچھ نہ ہوا، آخر تھک ہار کر انہوں نے اپنا ایک نمائندہ مسلمانوں کے اسی لشکر کے پاس بھیجا، وہ اس لیے آیا کہ آ کر یہ پوچھے کہ ہمارے سردار کو بچھو نے ڈنگ دیا ہے، تمہارے پاس کوئی دوائی ہے یا کوئی دم درود ہے تو ہمیں دو، وہ تو تڑپ رہا ہے۔

اس لشکر میں حضور نبی اکرمؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدریؓ بھی موجود تھے، وہ فوراً بولے ہاں، ہمارے پاس دم درود ہے، لیکن ہم کریں گے نہیں۔ مطلب یہ کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے مہمان ٹھہرے ہیں، ہم نے تمہیں درخواست بھی کی، لیکن تم نے ہماری مہمانی نہیں کی، ہمیں دَم آتا ہے، لیکن ہم نہیں کریں گے، ہاں ایک شرط پر کریں گے کہ اس کا معاوضہ لیں گے اور معاوضہ بھی طے کریں گے، تیس بکریوں کا ریوڑ

پورا تم سے لیں گے اور پھر دم کریں گے، اگر منظور ہے تو ابھی میں دم کر دیتا ہوں، اگر نہیں منظور تو جاؤ۔ ظاہر بات ہے کہ انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھیوں کے کھانے پینے کا بندوبست بھی کرنا تھا، اُن کے ذہن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات ڈالی۔ وہ سردار کا نمائندہ تھا، ان کے لیے تو یہ معمولی سی بات تھی، انہوں نے کہا بالکل ہم دینے کیلئے تیار ہیں۔ ترمذی کی روایت میں تیس کا ذکر آتا ہے اور ابوداؤد اور دوسری کتب میں چالیس کا ذکر آتا ہے۔

جب وہ مان گئے تو حضرت ابوسعید خدریؓ گئے اور جا کر اُس بستی کے سردار کو، جسے بچھو نے ڈسا ہوا تھا اور تڑپ رہا تھا، سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ اب یہاں ایک بات بھی سمجھ لیں، کوئی اس قسم کا دعویٰ مت کرنا جا کر، نہیں ہوگا، وہ دعویٰ کرنے والے حضرت ابوسعید خدریؓ تھے، کامل الایمان تھے، جن کے ایمان کی شہادت اللہ نے دی ہے اور جن کو اس دنیا میں جنت کی بشارت ہو چکی ہے، ان کے ساتھ برابری کرنے کی کوشش نہ کرنا، ہوگا نہیں اور تھپڑ کھا کر واپس آ جاؤ گے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ چیزیں آج کل اثر انداز کیوں نہیں ہوتیں، قرآن اور دعائیں وہی ہیں جو صحابہ کرامؓ پڑھتے تھے، ہم بھی وہی پڑھتے ہیں، لیکن اثر انداز کیوں نہیں ہوتیں، اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمارا ایمان، عقیدہ اور عمل ویسا نہیں ہے، ہمارا کھانا پینا ویسا نہیں ہے، ہم میں حلال حرام کی تمیز نہیں ہے، دعاؤں کی قبولیت میں تو اس کا مرکزی کردار ہے، اس وجہ سے ہم قرآن کریم یا احادیث مبارکہ پر اعتراض کرنا شروع ہو جاتے ہیں کہ یہ لکھا ہے لیکن ہوتا کچھ نہیں، اپنی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم کر کیا رہے ہیں، مین مسئلہ تو ہمارا اپنا ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتے لیکن قرآن پر اعتراض کرتے ہیں، احادیث مبارکہ اور ذکر و اذکار پر معترض ہوتے ہیں۔

چنانچہ ابوسعید خدریؓ نے دم کیا، سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھی، وہ جو تڑپ رہا تھا بالکل صحیح ہو گیا، انہوں نے شرط کے مطابق تیس یا چالیس بکریوں کا ریوڑ ان کو دے دیا، وہ لے کر آ گئے اور ساتھیوں کو بھی بتایا کہ میں نے ایسا کیا ہے، سارے صحابہ کرامؓ تھے، انہوں نے کہا کہ ٹھہر جاؤ بھائی، اس ریوڑ کو ابھی نہ چھیڑو، اس میں سے ابھی کچھ نہیں کھائیں گے، حالانکہ ان کو بھوک لگی ہوئی ہے اور روٹی میسر نہیں ہے، مانگی تو نہیں ملی، لیکن ایمان دیکھو، انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے یہ کہیں ناجائز نہ ہو اور ہم اس کو کھا لیں، انہوں نے بھوک پیاس برداشت کر لی لیکن اس میں سے نہیں کھایا۔ کہنے لگے مدینہ منورہ جا کر جناب رسول اللہؐ کو یہ بات بتلائیں گے، اگر آپ نے اجازت دی تو پھر اس کو آپس میں تقسیم کریں گے اور کھائیں گے بھی، وگرنہ نہیں، سب کا اس بات پر اتفاق ہو گیا۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ایک ایسی جگہ میں ہیں جہاں کھانے کیلئے کچھ نہیں ہے، مانگنے کے بعد بھی کچھ نہیں ملا، حالانکہ مانگنا اچھی بات نہیں ہے، لیکن مجبوراً انہوں نے ایسا کیا، لیکن اس شک کی بنا پر کہ یہ ہمارے لیے جائز نہ ہو، نہیں کھایا، چنانچہ وہ لشکر جب واپس آیا تو جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت ابوسعید خدریؓ متکلم تھے، وہی گفتگو کررہے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ ایسے ہوا اور میں نے یہ ریوڑ لیا، جناب رسول اللہؐ نے بڑے تعجب سے حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ پوچھا کہ تجھے کس نے بتایا وَمَا يُدْرِيكَ ، تجھے کیسے معلوم ہوا اَنَّهَا رُقْيَةٌ کہ سورۃ فاتحہ دم درود ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ان کو کس نے بتانا تھا، وہ تو حضور نبی اکرمؐ کی مجلس میں ہی رہتے تھے، آپؐ کے ساتھی تھے انہوں نے کسی موقع پر انہی سے سنا ہوگا، جیسا کہ میں نے بتایا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ شفا ہے، یہ وافیہ ہے، یہ شافیہ ہے وغیرہ، کسی موقع پر انہوں نے سنا ہوگا۔

جناب رسول اللہؐ نے فرمایا یہ ریوڑ لے لو، جائز ہے، اور جائز بھی کتنا، ذرا اندازہ لگائیں، آپ نے فرمایا کہ جب اسے تقسیم کروگے تو اس میں سے اپنے ساتھ میرا حصہ بھی رکھنا وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَكُمْ بِسَهْمٍ۔ تو میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ دُعا بھی ہے اور شفا بھی ہے، روحانی بیماریوں کیلئے تو ہے ہی، جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفا ہے، جیسا کہ اس جگہ میں ایک صحابی نے دَم کیا اور جس پر دم ڈالا جارہا ہے وہ مسلمان بھی نہیں ہے، کافر ہے، تاہم اس پر جسمانی صحت کا اثر ظاہر ہوا ہے، یہ سارا واقعہ حدیث میں موجود ہے، لیکن ہمارے اندر وہ صفات نہیں ہیں جس کی وجہ سے ویسا اثر ہو۔

حضرت والد ماجدؒ نے ایک دفعہ مسلم شریف پڑھاتے ہوئے یہ واقعہ سنایا کہ جب وہ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کررہے تھے، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اپنے وقت کے بڑے ولی اللہ تھے، انگریز کے مخالف تھے، جنہوں نے مسجد نبویؐ میں اٹھارہ سال گنبد خضریٰ کے نیچے بیٹھ کر حدیث پڑھائی، اُن کے استاذ و مرشد تھے، ان کو مسلمان تو اپنا لیڈر اور ولی اللہ سمجھتے ہی تھے، دیوبند اور ہندوستان میں جو غیر مسلم تھے وہ بھی ان پر اس حوالے سے اندھا دھند اعتماد کرتے تھے، حضرت والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب حضرت مدنیؒ دارالعلوم دیوبند سے باہر نکلتے تو غیر مسلم لوگ بھی اپنی دو کانوں سے اٹھ کر ان کو سلام کرتے تھے۔ یہ ان کی روحانیت تھی، محبوبیت عامہ تھی، جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو عطا فرمائی تھی۔

کہتے ہیں ہم ایک دفعہ دارالحدیث میں اُن سے بخاری شریف کا سبق پڑھ رہے تھے، اس دوران ایک ہندو

اپنے چھوٹے بچے کو اٹھا کر لایا، اس کو بچھو نے ڈنگ دیا تھا اور وہ بچہ تڑپ رہا تھا، جب اس بچے کو دارالحدیث میں لایا گیا تو اس کے شور شرابے سے سب ادھر متوجہ ہو گئے کہ یہ کیا ہو گیا ہے، اس نے وہیں کھڑے ہو کر حضرت کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میاں جی! یہ بچہ ہے، اس کو بچھو ڈنگ گیا ہے، آپ دَم کر دیں، حالانکہ وہ ہندو ہے، ہمارے عقیدے کو بھی نہیں مانتا تھا، حضرت نے فرمایا ادھر لاؤ، وہ بچے کو لایا، حضرت نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور جو دَم درود تھا انہوں نے پڑھا، کہتے ہیں اس وقت جو ہماری دورۂ حدیث کی کلاس تھی اس میں اڑھائی سو سے زیادہ طلباء تھے، ہم سب دیکھ رہے تھے اور اس پر گواہ ہیں، حضرت نے وظائف پڑھ کر اس بچے کو دم کیا، وہ بچہ جو ابھی تڑپ رہا تھا اسی وقت کھلکھلا کر ہنسنے لگا، حضرت نے کہا چلو اب جاؤ اور پھر سبق شروع کیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دُعا بھی ہے، شفا بھی ہے بشرطیکہ ہمارے اندر وہ صفات موجود ہوں، ہمارے اندر وہ صفات ہی نہیں ہیں، اس وجہ سے ہم ناکام ہو جاتے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ بطور عمل

تیسری بات میں سورۃ الفاتحہ کے بارہ میں عمل کے حوالہ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے ہدایت کے راستے کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور مغضوب علیہ اور گمراہ لوگوں کے راستے سے ہٹنے کی دعا کا حکم دیا ہے۔ مغضوب علیہ اور گمراہ کون ہیں؟ اس کی تفصیل جناب رسول اللہؐ نے خود فرمائی ہے، ترمذی شریف میں موجود ہے، آپؐ نے فرمایا مغضوب علیہ قوم وہ ہے جن کو یہودی کہا جاتا ہے، اور ضالین سے مراد وہ قوم ہے جن کو عیسائی کہا جاتا ہے۔ اب آپ بات سمجھ گئے ہوں گے؟ کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ انعام یافتہ لوگ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، ان لوگوں کے راستے کو اختیار کرنے، دعا کرنے، اس پر عمل کرنے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے راستے سے بچنے کی دعا کرنے اور ان سے بچ کر رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں دیگر مقامات میں بہت تصریحات فرمائی ہیں، آج دنیا میں جتنا بھی فساد ہے یہودیوں اور عیسائیوں کی وجہ سے ہی ہے۔

آج کل ہمارے ملک میں جتنا بھی فساد ہو رہا ہے، خصوصاً ختم نبوت کے حوالے سے اس کے پیچھے یہودی ہیں، یہودی لابی اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے شیطانیاں کرتے ہیں، ان کی کسی جگہ اپنی حکومت تو ہے نہیں، اسرائیل کے علاوہ، یاد رکھیں کہ وہاں بھی عارضی ہے، اللہ نے فرمایا ہے میں ان کو ذلیل کروں گا، ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا،

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تکوینی طور پر اسباب پیدا کر دیے ہیں کہ ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے، حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے پہلے یہ سب یہاں اکٹھے ہوں گے اور وہ ان کو اور دجال کو ختم کریں گے، یہ سب تکوینی طور پر ہو رہا ہے کہ ان کی عارضی حکومت ہے۔

یہ پاکستان میں اس وقت بڑا فساد کر رہے ہیں خصوصاً ختم نبوت کے حوالے سے اور ہمارے لوگ جو اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو اپنی تقریروں میں بولتے ہیں، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ صرف اس آیت کے بارے میں بھی ان کو صحیح علم نہیں ہے اور سورۃ فاتحہ میں پیچھے کیا ہے اور آگے کیا ہے، یہ بھی ان کو کچھ پتہ نہیں، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کہ ہدایت کی دعا نہ کی جائے، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ o یہودیوں کو چھوڑنا پڑے گا، عیسائیوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم انہی کے دست نگر بن جائیں گے، انہی سے لے لے کر کھائیں گے، انہی کے گیت گائیں گے اور انہی کے منصوبوں پر عمل پیرا ہوں گے تو یاد رکھیں ہمارا ملک ترقی نہیں کرے گا، یہ تنزل کی طرف جائے گا، یہ اپنی بنیاد کو کھو دے گا، جس کلمہ اسلام پر اس کو حاصل کیا گیا تھا، وہ یہاں ختم ہو جائے گا اور اس کی معاشی حالت ابتر ہو جائے گی۔

روس کیوں ٹوٹا تھا، اس کی مین وجہ یہی ہے کہ اس کے معاشی حالات خراب ہو گئے تھے، وہ متعدد ریاستوں میں بٹ گیا۔ سوویت یونین امریکہ کے مقابلے میں سپر طاقت تھی، یہ معاشی طور پر کمزور ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا۔ اب پاکستان کی معاشی حالت بھی ایسی ہو چکی ہے، خدانہ کرے کہ ملک کسی وقت حصوں میں بٹ جائے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، ہمیں بھی ہدایت نصیب فرمائے اور ہمیں سورۃ فاتحہ کو بطور دعا اپنانے کی، بطور شفا اپنانے کی اور بطور راستے اور عمل کے اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔

دعائیہ کلمات

مدرسہ کے طالب علم محمد ذیشان کی والدہ بہت بیمار ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ ذوالفقار صاحب کہہ رہے ہیں کہ میرے بھائی نے آج حج کیلئے جانا تھا، کل رات کو فوت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے اور ان کو حج مبرور کا اجر وثواب نصیب فرمائے۔ خالد تنویر صاحب کہہ رہے ہیں صحت کیلئے دعا فرمائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ یہ صاحب

کہہ رہے ہیں کہ میری آنکھ خراب ہے اور میرا جوان بیٹا بھی بیمار ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ الحاج عابد پرویز صاحب کہہ رہے ہیں میرے چھوٹے بھائی کو دل کی تکلیف ہے، ان کی صحت کیلئے بھی دعا کریں، دل کی سرجری ہونی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ آسانی پیدا فرمائے، صحت وتندرستی نصیب فرمائے۔ چوہدری رفاقت صاحب کہہ رہے ہیں صحت یابی کیلئے دعا فرمائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بھی صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔ حافظ مطیع الرحمٰن صاحب وفات پا گئے تھے، ان کے ایصال ثواب کیلئے کہہ رہے ہیں، ان کیلئے بھی اور ان کے علاوہ جتنے بھی مسلمان مرد عورتیں وفات پا چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی بخشش ومغفرت فرمائے، جو بیمار ہیں جس جس قسم کی بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، جو پریشان حال ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی پریشانیاں دور فرمائے، اس وقت پورے ملک کے لوگ معاشی طور پر پریشانی میں مبتلا ہیں، مہنگائی کی وجہ سے لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے، ہمیں ایسے حکمران نصیب فرمائے جو ملک میں خوشحالی لانے کے منصوبے بنائیں، ملک میں اسلام کا نظام لانے کے منصوبے بنائیں، نہ کہ اس کو مٹانے کے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۲۶، جولائی ۲۰۱۹ء)

''امریکہ بہادر کی اس ''خوبی'' کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ وہ کسی جگہ مداخلت پر خود کو خفیہ نہیں رہنے دیتا اور کسی نہ کسی طرح یہ تاثر دے دیتا ہے کہ سب کچھ اسی کے کہنے پر ہو رہا ہے، اس سے نظریاتی کارکنوں کو صورتحال سمجھنے اور محتاط ہو جانے میں راہنمائی مل جاتی ہے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا سید محمد اکبر شاہ بخاری جام پور

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ

پاکستان کے ممتاز عالمِ دین، جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ الحدیث اور دارالافتاء کے مفتی روحِ رواں، حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے بھتیجے اور معتمد خاص حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ ۲۷، فروری ۲۰۲۲ء بروز اتوار دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اُن کی وفات حسرت آیات تمام علمی و دینی حلقوں کیلئے سانحہ ہے، اُن کی وفات موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے، حق تعالیٰ شانہ درجات عالیہ نصیب فرمائے، آمین، اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے، آمین۔

آپ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندیؒ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد زکی کیفیؒ کے صاحبزادے تھے، جو ادارہ اسلامیات لاہور کے بانی تھے، حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے اور ابتداء تا انتہاء تمام علوم وفنون کی تعلیم جامعہ اشرفیہ لاہور میں اکابر علماء ومشائخ کی آغوشِ شفقت میں رہ کر مکمل کی اور ۱۹۷۰ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد سند الفراغ حاصل کی، آپ کے ممتاز اور اکابر اساتذہ شیخ المحدثین علامہ محمد ادریس کاندہلویؒ، فقیہ العصر مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا عبیداللہ اشرفیؒ اور مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

تخصص فی الفقہ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی میں رہ کر حاصل کیا، بعد ازاں تشنگی علوم وفنون کی پیاس بجھانے کی خاطر جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی چلے گئے، کئی سال وہاں مقیم رہ کر تعلیم مکمل کی اور مدینہ یونیورسٹی کے فضلاء میں بھی ممتاز مقام حاصل کیا۔ پھر واپس آ کر لاہور میں اپنے گھر آ گئے اور اساتذہ کے حکم پر جامعہ اشرفیہ لاہور

میں تدریس وتعلیم کا سلسلہ جاری فرمایا، کئی سال جامعہ اشرفیہ میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں زیر درس رہیں اور اکابر اساتذہ کی نگرانی میں تدریسی خدمات انجام دیں، تقریباً ۱۹۹۰ء میں اُن کے چچا جان شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے لیے تدریس وافتاء کی خدمت کے لئے ان کو لے گئے اور پھر وہیں کے ہو کررہ گئے۔ زمانہ قیام لاہور میں اپنے والد ماجد مولانا محمد زکی کیفی مرحوم کے قائم کردہ اشاعتی ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے نگران اعلیٰ رہے اور ان کے دو چھوٹے بھائی مسعود اشرف عثمانی اور سعود اشرف عثمانی اُن کے معاون رہے، سینکڑوں دینی کتب ادارہ اسلامیات لاہور سے شائع ہوئیں، احقر کی بھی متعدد کتب مولانا محمود اشرف عثمانی نے اپنے ادارہ سے طبع فرمائی، یہ آپ کی بندہ سے محبت وشفقت ہے جو بندہ کے لئے سعادت ہے، احقر کی پہلی تصنیف ''اکابر علماء دیوبند'' ادارہ اسلامیات لاہور سے انہوں نے ہی طبع فرمائی جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور میں احقر نے مشاہدہ کیا کہ آپ کو حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا احمد مالک کاندھلویؒ، مولانا عبیداللہ اشرفیؒ، مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ، مولانا مشرف علی تھانویؒ اور مفتی وکیل احمد شیروانیؒ سے بڑے گہرے مخلصانہ تعلقات رہے تھے، احقر نے نہایت قریب سے دیکھا کہ یہ حضرات بھی آپ سے بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے، جامعہ دارالعلوم کراچی جس کے بانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ تھے اور جو اِس وقت پاکستان میں ثانی دارالعلوم دیوبند ہے اس کی تعمیر وترقی میں مفتی اعظم پاکستانؒ کے صاحبزادگان حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ اور شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی محنت وکاوش ہے، حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ جو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے پوتے ہیں، دارالعلوم کی تعلیمی وتعمیری ترقیات میں اپنے دونوں چچاؤں کے دست راست اور علمی جانشین رہے ہیں، آپ نے دارالعلوم کیلئے شب وروز کام کیا ہے اور اخلاص سے علمی وفقہی خدمات میں مصروف رہے ہیں، آپ کا درس حدیث طلباء وعلماء میں بہت مقبول رہا اور ہزاروں طالبان علم نے فیض حاصل کیا ہے، آپ نہایت ذہین وفطین تھے بلکہ آباؤ اجداد کے علوم ومعارف کے امین وترجمان تھے، دارالعلوم کے شعبہ افتاء کے روح رواں تھے اور دارالعلوم کراچی کی شان وآن تھے، اپنے اخلاق کریمانہ اور اوصاف میں اسلاف کی یادگار تھے، نہایت متواضع، منکسر المزاج، لطیف الروح اور خندہ جبین تھے، بندہ نے قیام لاہور میں بھی قریب سے دیکھا اور ادارہ اسلامیات اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں احقر راقم کا کثرت سے آنا جانا رہا، پھر دارالعلوم کراچی میں بھی احقر متعدد بار حاضر ہوا تھا، آپ کو نہایت مہمان نواز، قدر دان، بااخلاق وملنسار پایا، جامعہ

اشرفیہ لاہور، جامعہ احتشامیہ کراچی اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے جلسوں اور اجتماعات میں ان کے مواعظ حسنہ سننے کا اکثر اتفاق ہوا، انتہائی مفید و نافع بیانات اور اصلاحی مواعظ ہوتے تھے، مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان سے ان کا آخر دم تک تعلق رہا، مجلس کے اجتماعات میں ضرور شریک ہوتے تھے اور اکابر علماء و مشائخ کے محبّ و محبوب تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سلسلہ سے وابستہ تھے، بچپن ہی میں حضرت مفتی اعظمؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور پھر باقاعدہ حضرت حاجی محمد شریف صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور بہت جلد خلافت واجازت کا اعزاز حاصل کیا، ان کے بعد حضرت مولانا مسیح اللہ خان شیروانی رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا ، جو ان کے آخر دم تک قائم رہا، اسی طرح جامعہ اشرفیہ کے اکابر اور دارالعلوم کے بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور خود بھی ایک شیخ کامل اور عارف کامل بن گئے ،الغرض درس وتدریس، تبلیغ واصلاح وارشاد کے ساتھ ساتھ آپ نے فقہ و افتاء میں کمال درجہ حاصل کیا تھا، اسی طرح مبلغ و مصلح کی حیثیت سے بھی آپ نے اعلیٰ مقام حاصل کیا، اس طرح آپ کی پوری زندگی قرآن وحدیث کی خدمت تبلیغ دین اور تدریس دین میں گزری ہے، حق تعالیٰ شانہ درجات عالیہ نصیب فرمائیں، آمین۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

''مہر کی رقم کے بارے میں عام طور پر سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کتنی ہونی چاہیے؟ عرض ہے کہ اس میں دونوں خاندانوں کی معاشرتی حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیے، رقم اتنی زیادہ نہ ہو کہ خاوند کیلئے بوجھ بن جائے اور اتنی کم بھی نہ ہو کہ بیوی کیلئے اس کی سہیلیوں اور خاندان میں خفت کا باعث بنے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

سید محمد اکبر شاہ بخاری جام پور

میری محبوب شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحبؒ

چند باتیں - چند یادیں

میری محبوب شخصیت، برادر مکرم، اُستاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانیؒ ایک معزز علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے، آپ کے پردادا جان حضرت مولانا محمد یٰسین عثمانیؒ دیوبندی دارالعلوم دیوبند میں عظیم مدرس، استاذ الحدیث اور بلند مقام پر فائز تھے، آپ کے دادا جان مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی اور استاذ الحدیث تھے اور قیام پاکستان تک دارالعلوم دیوبند میں علمی، تدریسی، تبلیغی و تصنیفی خدمات سرانجام دیتے رہے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت فرما کر کراچی آ گئے اور آپ کے والد مکرم حضرت مولانا محمد زکی کیفی رحمہ اللہ لاہور میں قیام پذیر ہوئے، آپ نے درس نظامی کی تعلیم جامعہ اشرفیہ لاہور میں حاصل کی اور پھر وہیں پر مدرس مقرر ہوئے، اسی زمانہ آپ نے اپنے والد گرامیؒ کے جاری کردہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کی نگرانی فرماتے رہے، آپ کے برادر مسعود اشرف عثمانی اور سعود اشرف عثمانی آپ کے ادارہ اسلامیات کے معاون رہے، یہ ادارہ ملک بھر میں مشہور و معروف رہا ہے۔

ادارہ اسلامیات میں اکابر علماء و مشائخ بھی تشریف لے جاتے رہے بالخصوص شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ اکثر و بیشتر ادارہ اسلامیات کی تصانیف کے مطالعہ کیلئے تشریف لے جاتے رہے اور حضرت اقدس مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ تو پوری پوری رات ادارہ اسلامیات کے اندر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے، مولانا زکی کیفی رحمہ اللہ سے کہتے کہ باہر سے ادارہ اسلامیات کو بند کر کے چلے جائیں، میں اندر مطالعہ کرتا رہوں گا۔

احقر راقم الحروف کا تعلق مولانا محمود اشرف عثمانی صاحبؒ سے غالباً ۱۹۸۰ء سے باقاعدہ رہا ہے، احقر کی پہلی

تصنیف ''اکابر علماء دیوبند'' آپ کی محبت وشفقت سے ادارہ اسلامیات لاہور سے ہی شائع ہوئی تھی اور حضرت مولانا مرحوم نے بڑی دلچسپی لی اور خوبصورت کتاب شائع کرائی، کتاب نے بہت مقبولیت اور پذیرائی حاصل کی اور بہت جلدی جلدی متعدد ایڈیشن شائع ہوئے جس پر حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی رحمہ اللہ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔

ایک دفعہ احقر راقم الحروف مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے سالانہ اجتماع میں جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا تو حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ کے دار الافتاء میں حضرت مولانا محمود اشرف صاحبؒ سے بھی ملاقات ہوگئی، بڑے تپاک، محبت وخلوص سے ملاقات فرمائی او حضرت مفتی جمیل احمد تھانویؒ سے مخاطب ہوکر فرمایا ''حضرت! ایسا بھی کوئی مصنف ہے جو اشاعت کیلئے کتاب بھی دے اور معاونت بھی کرے، ہمارے سید اکبر شاہ صاحب ہمیں اشاعت کیلئے کتب بھی دیتے ہیں اور اشاعت میں مکمل تعاون بھی فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کے سامنے جامعہ اشرفیہ ہی میں مجلس صیانۃ المسلمین کے دفتر میں ملاقات ہوئی، وکیل احمد شیروانی رحمہ اللہ کی موجودگی میں مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحبؒ نے فرمایا کہ ادارہ اسلامیات سے سید اکبر شاہ صاحب کی متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، ان میں ''اکابر علماء دیوبند'' کے متعدد ایڈیشن آ چکے ہیں، نفع ہم حاصل کرتے ہیں اور یہ ہمیں کتاب بھی دیتے ہیں اور کتابوں کی نکاسی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، ایسے بےلوث آدمی خال خال ہی نظر آتے ہیں، یہ سب مولانا محمود اشرف صاحب کی محبت وشفقت اور حسنِ ظن ہے۔

اسی طرح سے جب بھی اجتماعات مجلس صیانۃ المسلمین میں شرکت کیلئے احقر جامعہ اشرفیہ حاضر ہوتا تو مولانا محمود اشرف عثمانیؒ فون کر کے مولانا وکیل احمد شیروانی رحمہ اللہ سے معلوم کرتے کہ اکبر شاہ صاحب آئے ہیں، وہ فرما دیتے کہ ہاں آئے ہیں تو فوری طور پر احقر کو لینے کیلئے کسی کو بھیجتے اور ادارہ اسلامیات میں کئی کئی گھنٹے ملاقات بھی رہتی اور مہمان نوازی میں حق ادا فرماتے تھے، اسی طرح سے احقر کی کئی دیگر کتب ''تذکرہ مفتیءاعظم پاکستان'' ''ذکر طیبؒ''، ''خطبات مفتیءاعظمؒ''، ''سیرت عثمانی''، ''معارف مفتی اعظمؒ'' اور ''ذکر متین'' وغیرہ وغیرہ تصانیف بھی ادارہ اسلامیات لاہور سے آپ نے طبع فرمائیں اور ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

لاہور کے زمانہ قیام میں تقریباً دس بارہ سال آپ سے خصوصی تعلقات رہے، ادارہ اسلامیات کثرت سے

آ نا جانا رہا اور آپ محبت کا اظہار فرماتے رہے، حضرت مولانا محمد متین خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ جو مولانا محمود اشرف عثمانیؒ کے خاص ماموں تھے، ایک مرتبہ مولانا مفتی محمود اشرف صاحبؒ فرمانے لگے کہ ماموں پر بھی آپ کتاب مرتب فرمائیں، کیونکہ ان کی خدمات بھی علمی و تدریسی خدمات کے علاوہ تحریک پاکستان میں عظیم خدمات ہیں اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے دست راست رہے تھے، تو احقر نے ان کی فرمائش پر ''ذکر متین'' کے نام سے کتاب مرتب کی اور مولانا محمود اشرف صاحبؒ کیلئے ان کی خدمت میں ادارہ اسلامیات کیلئے اشاعت کیلئے مسودہ بھیجا تو بے حد مسرت کا اظہار بھی فرمایا اور احقر کی فرمائش پر کتاب میں شامل کرنے کیلئے بہت سی چیزیں تحریر فرمائیں اور کتاب شائع فرمائی، اسی طرح سے ''تذکرہ مفتی اعظم پاکستان'' کتاب بھی بڑی محبت سے شائع فرمائی اور آخر میں دو مضامین بھی کتاب میں شامل اشاعت فرمائے۔

۱۹۹۰ء میں غالباً میرے شیخ حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم آپ کو جامعہ دارالعلوم کراچی لے گئے، اور پھر وہیں پر آخر دم تک علمی، تدریسی، فقہی اور تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں سیدی و مرشدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (مفتی اعظم پاکستان) کی رحلت پر احقر راقم الحروف کراچی دارالعلوم حاضر ہوا تو حضرت شیخ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے خصوصیت سے مولانا محمود اشرف صاحبؒ سے فرمایا کہ اکبر شاہ صاحب کا خصوصی خیال رکھنا ہے، اس پر مولانا محمود اشرف صاحب خصوصی طور پر مہمان خانہ میں احقر کے ساتھ رہے اور خاطر تواضع کا خاص خیال رکھا، دوران قیام کے دوران احقر سے حضرت شیخ تقی عثمانی مدظلہم کے ساتھ ساتھ مولانا محمود اشرف صاحب نے خصوصی تعلق و دوستی کا حق ادا فرمایا۔

اس سے قبل ۱۹۷۵ء میں احقر کو حضرت شیخ تقی عثمانی صاحب نے حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ سے بیعت کروایا تھا اور پھر حضرت مفتیءاعظمؒ سے احقر کی خط و کتابت بھی رہی تھی، جو احقر کیلئے عظیم سعادت ہے، اسی طرح سینکڑوں خطوط آج بھی حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے احقر راقم الحروف کے پاس ہیں جو پچاس سال سے تعلقات کے زمانہ میں احقر سے خط و کتابت رہی ہے، حضرت مفتیٔ اعظمؒ نے بیعت فرمانے کے بعد احقر کو حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے سپرد فرمایا جو ان کے آخر دم تک قائم رہا اور حضرت شیخ و مربی رہے، بعد ازاں احقر نے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کو اپنا شیخ مانا اور انہی کو اپنا شیخ و مربی کی حیثیت سے آج تک تعلق قائم ہے، الحمدللہ ان کی محبتیں و عنایتیں بے شمار ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی رحمہ اللہ نے اکابر علماء ومشائخ سے اصلاحی تعلق قائم رکھا اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ کی جماعت مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان سے وابستہ رہے، ان کا پورا خاندان حضرت حکیم الامتؒ کے سلسلہ سے منسلک تھا، حضرت مولانا مرحوم کے والد گرامی دادا جان حضرت مفتی اعظم قدس سرہ، چچا جان حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ میرے تیسرے چچا مفتی محمد تقی عثمانی مولانا محمد ولی رازی، مولانا محمد رضی عثمانی سب ہی اسی سلسلہ اشرفیہ سے وابستہ تھے، آپ نے بھی بچپن ہی میں اپنے دادا جان حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ سے شرف بیعت حاصل کیا، پھر حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ اور حضرت حاجی محمد شریف ہوشیار پوریؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، بعد ازاں حضرت حاجی صاحب نے جناب حضرت تھانویؒ سے بیعت و خلافت کا اعزاز حاصل کیا، ان کے بعد حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ شیروانیؒ اور بعد ازاں حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنیؒ سے اصلاحی تعلق جاری رکھا اور اجازت وخلافت حاصل کی، تعلیمی سلسلہ میں بھی اکابر علماء دیوبند سے علمی فیض حاصل کیا، شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا جمیل احمد تھانویؒ، مولانا عبید اللہ اشرفی امرتسریؒ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

آخر وقت تک مجلس صیانۃ المسلمین سے وابستہ رہے اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں سالانہ اجتماع پر آپ باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے، قیام لاہور میں بھی اور قیام کراچی میں بھی آپ اجتماع میں ضرور شرکت فرماتے تھے، احقر بھی الحمد للہ ہر سال اجتماع میں شریک ہوتا تھا اور مولانا محمود اشرف صاحبؒ سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی۔

مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماعات جامعہ احتشامیہ کراچی میں منعقد ہوتے رہے، ان اجتماعات میں بھی مولانا محمود اشرف عثمانی ضرور شریک ہوتے تھے اور باقاعدہ آپ کا وعظ و بیان ضرور ہوتا تھا، وہاں کراچی میں بھی متعدد بار احقر شریک اجتماع ہوا، آپ کے متعدد بیانات سننے کا اتفاق ہوا اور متعدد بار دسترخوان پر بھی اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے کی بھی نوبت آئی۔ ایک مرتبہ جامعہ احتشامیہ کراچی میں مولانا تنویر الحق تھانوی کے مکان پر اکابر علماء اجتماع میں تشریف لائے ہوئے تھے اور دسترخوان لگ چکا تھا، احقر مسجد میں تھا تو مولانا تنویر الحق صاحب خود تشریف لائے اور کہنے لگے آپ کا انتظار ہو رہا ہے، مولانا محمود اشرف صاحب تو فرما رہے ہیں کہ بخاری صاحب کو بلاؤ ورنہ ہم بھی بیٹھے ہیں، یہ تھی مولانا محمود اشرف عثمانی کی محبت وشفقت، واقعی ایسا ہی تھا کہ مولانا محمود اشرف صاحب عثمانی احقر کا بہت خیال فرماتے تھے اور احقر سے بہت محبت فرماتے تو بہر حال مولانا سے احقر کے گہرے تعلقات وروابط رہے،

اسی طرح سے جامعہ امدادیہ فیصل آباد اور دیگر مدارس و اجتماعات میں بھی ملاقاتیں رہیں، ایک مرتبہ کراچی کے اجتماع کے بعد مولانا وکیل احمد شیروانیؒ، مولانا محمود اشرف عثمانیؒ، مولانا عبد القدوس ترمذی اور احقر بھی حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت و ملاقات کیلئے حاضر ہوئے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے سب حضرات سے محبت و شفقت فرمائی، اللہ تعالیٰ نے سب حضرات کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین۔

کئی بار حضرت حاجی محمد شریف صاحبؒ کی خدمت میں ملتان تشریف لائے تو احقر بھی ساتھ رہا اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا، الغرض لاہور ہو یا کراچی، احقر کے ساتھ بے حد شفقت فرماتے تھے، دسیوں طلباء کو احقر نے دار العلوم کراچی میں داخل کروایا جو مولانا محمود اشرف عثمانی سے احقر کے تعلق کی وجہ سے ہوتا تھا، متعدد بار دار العلوم کراچی جانا ہوا، جامعہ اشرفیہ لاہور اور ادارہ اسلامیات لاہور و کراچی میں ملاقاتیں رہیں، یہ سب مولانا مرحوم کی محبت کی کشش تھی، حق تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، آمین۔

''امپورٹڈ گورنمنٹ نامنظور'' کا نعرہ بہت خوش کن ہے مگر جہاں فیٹف (FATF)، سیڈا (CEDA) اور آئی ایم ایف (IMF) کے بھیجے ہوئے امپورٹڈ قوانین ڈکار لئے بغیر ہضم ہو جاتے ہوں وہاں یہ نعرہ دل فریب ہونے کے باوجود عجیب سا لگتا ہے۔''

[مولانا زاہد الراشدی]

مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوریؒ
سابق استاذ التفسیر جامعہ امدادیہ چنیوٹ

موسم گرما اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

خطہ ہندوپاک کے باسی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہیں سال بھر میں چار موسموں سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسر آتا ہے۔کبھی موسم گرما میں جھلسا دینے والی گرم لو سے نبرد آزماء ہوتے ہیں تو کبھی موسم سرما کی یخ بستہ ہواؤں سے پالا پڑتا ہے۔کبھی پت جھڑ میں اپنی رعنائی کھو دینے اور زرد رنگت چڑھ جانے کے سبب اداس درختوں سے غم بانٹے ہیں تو کبھی بہار کی تازہ ہواؤں میں سبز پوشاک پہنے پیڑوں کے سایوں حسیں شام مناتے ہیں، یہ سب قدرت کے مختلف رنگ اور امر ''کن'' سے معرض وجود میں آنے والے دلکش نظارے ہیں جو بزبان حال یہ صدا دے رہے ہیں کہ اس کارخانہ ہستی کا کوئی محرک وصانع موجود ہے۔اس وقت موسم گرما کی آمد آمد ہے اور ہمیشہ کی طرح اس موسم کے مطابق کپڑے، بستر، اشیاء خوردونوش اور دیگر ضروریات کے لئے خریداری اور انتظامات کا سلسلہ جاری ہے۔ایک مسلمان اور احکام شریعت کا مکلّف ہونے کے ناطے جہاں ہمیں اس موسمیاتی تبدیلی کے پیش نظر دنیوی اور مادی ضروریات کا پورا کرنا ضروری ہے وہیں موسم گرما سے متعلق شرعی احکامات سے واقف ہونا بھی ناگزیر ہے تاکہ حرارت اور حدت کے یہ چند ماہ بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گذارنے کی وجہ سے عبادت کا درجہ حاصل کرسکیں اور حق جل مجدہ کے قرب کا باعث بن سکیں۔

[۱] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر

موسم گرما اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں انسان کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ بہت سے ایسی سبزیاں، اجناس اور پھل پیدا فرماتے ہیں جو سورج کی تپش سے پکنے کی وجہ سے اسی موسم کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اور وہ بھرپور غذائیت اور لذت کے حامل ہوتے ہیں۔ماہرین اطباء کے مطابق یہ سخت گرمی کے موسم میں انسانی وجود کو ٹھنڈک پہنچانے کے ساتھ ساتھ جسم میں موجود زہریلے مواد کو خارج کرنے میں بھی مدد ومعاون

ثابت ہوتے ہیں۔مختلف وٹامنز کی کمی کو بھی پورا کرتے ہیں اور کینسر، ذیابیطس اور متعدد امراض کے محافظ اور دافع بھی ہوتے ہیں۔موسم گرما میں پھلوں اور ترکاریوں کی اس بہتات کی وجہ سے دوسرے ممالک کو برآمدگی کا عمل تیز ہوتا ہے جو ملکی معیشت کو سہارا دے کر اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کرتا ہے۔فوائد اور لذات سے بھرپور ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جذبہ شکر سے لبریز ہو کر منعم حقیقی کی اطاعت و فرمانبرداری بجالائے اور کفران نعمت سے بچے۔اپنی زبان سے خالق لم یزل کی تعریف و توصیف کے کلمات ادا کر کے قولاً بھی شکر ادا کرے اور پیداوار میں اللہ کا حق عشر ادا کر کے عملاً بھی شکر خداوندی ادا کرے۔

[۲] ایذاء مسلم سے اجتناب

گرمیوں میں پسینہ آنے کی وجہ سے جسم میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے جس سے پاس بیٹھنے والے شخص کو شدید اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، احترام کی وجہ سے اس سے اس کی شکایت بھی نہیں کرتا اور بسا اوقات متبادل جگہ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں سے اٹھ بھی نہیں سکتا، یہ ایذاء مسلم ہے جو شرعی نقطہ نگاہ سے حرام ہے، صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔اسلام کے ابتدائی دور میں جمعہ کے دن غسل کرنا واجب تھا کیونکہ مسجد نبوی تنگ تھی اور چھپر کی چھت تھی جو زیادہ اونچی نہیں تھی، جب گرمی کے موسم میں لوگ جمعہ کی نماز کے لئے جمع ہوتے تو پسینے کی وجہ سے پوری مسجد میں بدبو پھیل جاتی اور حاضرین کو تکلیف ہوتی، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا اذا جاء احدكم الجمعة فليغتسل ''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے''بعد میں جب مسلمانوں کے معاشی حالات بہتر ہو گئے تو اس کا وجوب منسوخ ہو گیا البتہ سنت ہونا اب بھی باقی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اپنے پسینے کی بدبو سے کسی کو تکلیف پہنچانا مناسب نہیں۔لہٰذا اس موسم میں جب کسی مجلس میں بیٹھنا ہو یا جمعہ کے خطبہ اور جماعت کی نماز میں شریک ہونا ہو تو نہا دھو کر، صاف ستھرے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر آنا چاہئے۔

[۳] فجر اور عشاء کی نماز کا خصوصی اہتمام

گرمی کے موسم میں ہمارے ایشیائی ممالک میں چوبیس گھنٹوں کا دورانیہ اس طرح ہوتا ہے کہ دن طویل اور

راتیں مختصر ہوتی ہیں۔ اتنا بڑا دن کام کرنے کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے جس سے عموماً عشاء کی نماز رہ جاتی ہے جبکہ رات مختصر ہونے کی وجہ آرام مکمل نہیں ہو پاتا جس سے صبح کی نماز نیند کی نذر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اپنے ذہن کو تیار کر کے اور تھوڑی ہمت کر کے ان دونوں نمازوں میں باجماعت حاضری کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں بھی ان دونوں نمازوں کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے اور ان میں شرکت کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ھاتین الصلاتین اثقل الصلوات علی المنافقین ولو تعلمون ما فیھما لاتیتموھما ولوحبوا علی الرکب ''بیشک یہ دونوں نمازیں (عشاء اور فجر) منافقین پر تمام نمازوں میں سب سے بھاری ہیں اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ ان دونوں میں کتنا اجر ہے تو تم گھٹنوں کے بل بھی آ جاؤ''۔

[۴] ستر کا خیال کرنا

موسم گرما میں کپڑے باریک اور مختصر پہنے جاتے ہیں، بالخصوص رات کو سوتے وقت صرف شلوار یا یا تہبند پر اکتفاء کیا جاتا ہے لہٰذا لباس پہنتے وقت اس بات کا خیال کرنا ضروری ہے کہ لباس اتنا باریک نہ ہو جس سے جسم کے مخفی اعضاء نظر آئیں۔ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کا حصہ ستر کہلاتا ہے۔ اگر ہوا خوری کی وجہ سے کچھ کپڑے اتارنا پڑیں تو اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ شلوار یا تہبند ناف سے زیادہ نیچے تک نہ لٹکی ہو اور گھٹنوں اور ران کو برہنہ نہ کیا جائے۔ حدیث مبارک میں بلا عذر ستر کھولنے والے کے بارے میں سخت مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ مشکوۃ میں حضرت حسنؒ سے مرسلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ ''اللہ نے (ستر) دیکھنے والے پر اور اس شخص پر جس (کے کھلے ہوئے ستر) کی طرف دیکھا جائے، لعنت کی ہے''

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

شوال المکرّم کے چھ روزے، انعامِ الٰہی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا کہ انہیں رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ عطا کیا اس میں نیکی کی توفیق بھی دی۔اللہ کے نیک بندوں نے صدقہ خیرات کیا قرآن پاک کی تلاوت کی ،نماز تراویح کا اہتمام کیا اللہ تعالیٰ نے رزق میں بھی وسعت وبرکت عطا فرمائی جس کے سبب مسلمانوں کے اندر انسانی ہمدردی اور غم خواری کے جذبات بیدار ہوئے۔ یہ سب رمضان المبارک جیسے مقدس مہینے کی برکات تھیں ،اس مبارک مہینے کے بعد آنے والے مہینے کو بھی خاص مقام اور فضیلت حاصل ہے۔

شوال المکرّم ہجری سال کا دسواں مہینہ ہے،اس کی پہلی تاریخ کو نماز دوگانہ (عیدالفطر) ادا کی جاتی ہے، بہتر سے بہتر بدلے کی اللہ رب العالمین سے توقع ہوتی ہے،تشکر وامتنان سے نگاہیں جھکی ہوتی ہیں،بس ایک عجیب سماں ہوتا ہے،جس سے روح تازہ ہوتی ہے۔رمضان کے ساتھ شوال کے چھ روزوں کا اہتمام سال بھر کے روزوں کے ثواب کو آسان کر دیتا ہے۔غور کرنے پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کے متعینہ روزوں میں سے روزہ اجر وثواب کے اعتبار سے رمضان کے روزوں کی برابری رکھتا ہے، اس ابہام کی تھوڑی سی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ رمضان کا ہر روزہ دوسرے دس روزوں کے برابر ہے اس طرح تیس روزے تین سو دنوں یعنی پورے دس ماہ کے روزوں کے برابر ہوئے اور پھر شوال کے چھ روزوں کو ملا لیا جائے تو پورے تین سو ساٹھ دنوں (ایک سال) کے روزوں کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

شوال کے چھ روزوں کی بہت فضیلت آئی ہے۔اہل اسلام کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے شوال کے چھ روزے رکھیں جس میں فضل عظیم اور بہت بڑا اجر وثواب ہے،کیونکہ جو شخص بھی رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال المکرّم میں بھی چھ روزے رکھے تو اس کے لیے پورے سال کے روزے کا اجر وثواب لکھا جاتا ہے۔واضح رہے کہ شوال کے چھ روزے رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ مشروط ہیں،یعنی

رمضان کے ساتھ شوال کے بھی چھ روزے رکھے جائیں تب پورے زمانے کا ثواب ملے گا۔ ایسا نہیں کہ رمضان کے روزے نہیں رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھ لیے تو پورے زمانے کا ثواب ملے گا؟ بلکہ رمضان کے بھی روزے رکھے پھر شوال کے رکھے۔ تب یہ سعادت حاصل ہوگی۔

شوال المکرّم کے چھ روزے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من صام رمضان، ثم اتبعه سِتا مِن شوالِ كان كصِيامِ الدهرِ۔

(صحیح مسلم)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے۔

ایک دوسری حدیث پاک میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے:

"سمِعت رسول اللّٰهِ صلى اللّٰه عليهِ وسلم يقول من صام رمضان وسِتا مِن شوالِ فكا نما صام السن كلها۔

ترجمہ: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جس نے رمضان المبارک کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو شوال کے چھ ایام میں پیدا فرمایا، تو جس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ہر ایک کے بدلے اسے ایک حسنہ عطا فرمائے گا اور اس سے اس کے گناہ مٹا دے گا اور اس کے درجات کو بلند فرمائے گا۔ (درالناصحین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد روایت کرتے ہیں کہ جس نے شوال المکرّم کے چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جس طرح بچہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

اب یہ چھ روزے متواتر رکھ لئے جائیں یا ناغہ کر کے دونوں طرح جائز ہیں تاہم شوال کے مہینے میں رکھنے ضروری ہیں، اسی طرح جن کے فرض روزے بیماری یا سفر وغیرہ یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہوں ان کے

لئے اہم یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضا کریں۔اس بارے میں بعض علما کی رائے یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا پہلے دی جائے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے جائیں۔لیکن اس بارے میں رائج موقف یہی ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ پہلے رمضان کے روزوں کی قضا دی جائے کیونکہ یہ فرض ہیں، البتہ دلائل کی بنیاد پر یہ گنجائش موجود ہے کہ رمضان کی قضا سے پہلے شوال کے روزے رکھے جاسکتے ہیں۔رمضان کے روزوں کی قضا فوری طور پر واجب نہیں ہے بلکہ کسی بھی ماہ میں رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضا کی جاسکتی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں حتیٰ کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اپنے رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضا عموماً گیارہ ماہ بعد ماہِ شعبان میں کیا کرتی تھیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔

شوال المکرّم کے چھ روزے رکھنے کے فوائد

☆ رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لینے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ پورے سال فرض روزہ رکھنے کا اجر ملتا ہے۔جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔

☆ رمضان سے قبل و بعد شعبان و شوال کے روزے فرض نماز سے قبل و بعد والی موکدہ سنتوں کے مشابہ ہیں جن کا فائدہ یہ ہے کہ فرض عبادتوں میں جو کمی واقع ہوئی ہے قیامت کے دن سنتوں سے اس کمی کو پورا کیا جائے گا جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں اسکا ذکر وارد ہے۔(حوالہ، سنن الترمذی)

☆ رمضان کے روزے رکھ لینے کے بعد شوال کے روزوں کا اہتمام کرنا رمضان کے روزوں کی قبولیت کی ایک اہم علامت ہے، کیونکہ جب اللہ تعالی بندے کی کسی نیکی کو قبول فرماتا ہے تو اسے مزید نیکی کی توفیق بخشتا ہے جس طرح اگر کوئی شخص کسی کے یہاں مہمان ہو پھر اگر رخصتی کے وقت میزبان دوبارہ آنے کی دعوت دے اور اس پر اصرار کرے تو یہ اسکا مطلب ہے کہ مہمان کی آمد پر اسے خوشی اور اسکی آمد قبول ہے، اسی طرح اگر ایک نیکی کے بعد بندے کو اسی قسم کی یا کسی اور قسم کی نیکی کی توفیق مل جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسکی یہ نیکی اللہ تعالی کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی ہے جس طرح کہ اگر کوئی شخص نیک عمل کرنے کے بعد پھر گناہ کے کام کرنے لگے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا یہ نیک عمل اللہ تعالی کے نزدیک مردود ہے۔

قارئین کرام!

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت بہت زیادہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا، جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (المعجم الاوسط)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ماہ شوال المکرّم کے یہ چھ روزے رکھا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر یقیناً رحمتیں نازل فرمائے گا۔ آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ نفلی عبادات کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ہماری تمام عبادات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین۔

''دوست پوچھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ہم کس کے ساتھ ہیں؟
گذارش ہے کہ ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کی
(۱) نظریاتی اساس
(۲) قومی خودمختاری
(۳) اور دستور کی بالادستی کے ساتھ ہیں۔
اس حوالے سے جو خطرہ کسی طرف سے بھی دکھائی دے گا، آواز بلند کرتے رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا زاہد الراشدی
صدر مدرس جامعہ نصرۃ العلوم

وزیر اعظم میاں شہباز شریف سے چند گزارشات

بائیں آنکھ میں موتیا اور لینز کا آپریشن کچھ عرصہ قبل ہوا تھا، اب وہی عمل رمضان المبارک کے آغاز میں دائیں آنکھ کے ساتھ ہوا ہے اور میں اس وقت معالجین کی ہدایت کے مطابق احتیاط کے مرحلہ میں ہوں جس سے کچھ عرصہ تک لکھنے پڑھنے کا کام متاثر رہے گا۔ ایک دوست نے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے کہ ''بوڑھی آنکھ ہے سنبھلنے میں وقت لے گی''۔ احباب سے خصوصی دعاؤں کی گزارش کے ساتھ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ صحت و توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

ملک میں حکومت تبدیل ہوگئی ہے اور جن مراحل سے یہ عمل گزرا ہے بلکہ ابھی گزر رہا ہے اس سے ہمارے اس معاشرتی مزاج کا ایک بار پھر اظہار ہوا ہے کہ ملک میں کوئی کام ہماری مرضی کے مطابق ہو رہا ہو تو وہ ہمارے خیال میں دستور کا تقاضہ بھی ہوتا ہے، شریعت کا حکم بھی ہوتا ہے، ملکی مفاد بھی اسی سے وابستہ ہوتا ہے، اور قومی سلامتی کا راستہ بھی وہی قرار پاتا ہے۔ لیکن وہی کام اگر ہمارے ایجنڈے، اہداف اور نقطۂ نظر سے ہم آہنگ نہیں ہے تو اس سے سازش کی بو آنے لگتی ہے، قومی وحدت خطرے میں پڑ جاتی ہے، ملکی سلامتی داؤ پر لگ جاتی ہے، اور دستور و قانون کے تقاضے پامال ہوتے نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ عمومی مزاج ہمارے معاشرتی ماحول میں اس قدر رچ بس گیا ہے کہ اس سے ہٹ کر کسی اور لہجے میں سیاسی بات کرنے سے زبانیں نا آشنا ہو چکی ہیں۔

ہمارا سیاسی ماحول قیامِ پاکستان کے بعد سے ہی بیرونی مداخلت کا شکار چلا آ رہا ہے جس کا آغاز پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کے دور میں ہو گیا تھا کہ ان کی بیرون ملک سرگرمیاں اور ان کے ذریعے غیر ملکی دخل اندازی کا تسلسل ان کی برطرفی کے لیے ایک عوامی تحریک پر منتج ہوا تھا، اور تب سے ہم کسی تعطل کے بغیر سیاسی، معاشی اور تہذیبی ہر سطح پر بیرونی سازشوں کا شکار چلے آ رہے ہیں۔ سازشیں کامیاب بھی ہوتی ہیں اور ناکام بھی۔ بعض سازشیں

بے نقاب ہو جاتی ہیں جبکہ بہت سی مخفی رہ کر اپنے مخصوص دائروں میں کام کرتی رہتی ہیں۔ یہ کھیل جاری ہے اور جب تک ہم بحیثیت قوم دستور کی بالادستی اور قومی خود مختاری کے حقیقی ماحول کی طرف نہیں آتے یہ سب کچھ اسی طرح جاری رہے گا، ایک دوسرے پر الزامات بھی لگتے رہیں گے، بلیک میلنگ بھی ہوتی رہے گی اور سیاسی خلفشار بار بار جنم لیتے رہیں گے کیونکہ ملک کو خود مختاری، سیاسی استحکام، معاشی ترقی اور تہذیبی شناخت سے محروم کرنے والوں کا یہ ہتھیار ہمیشہ کارگر رہا ہے۔

اس تناظر میں موجودہ خلفشار اور سیاسی رسہ کشی کے واقعاتی پہلوؤں سے قطع نظر نئی حکومت بالخصوص وزیراعظم میاں شہباز شریف کو مبارکباد دیتے ہوئے معروضی تقاضوں کے حوالے سے ہم کچھ گزارشات پیش کرنا چاہیں گے، اس امید کے ساتھ کہ وہ ان پر غور فرمائیں گے اور قومی پالیسی کے امور طے کرتے ہوئے ملک کے ایک بڑے طبقہ کی ان خواہشات کو بھی سامنے رکھیں گے:

پہلی بات یہ ہے کہ ملک میں موجودہ تبدیلی اور نئی حکومت کا قیام بہرحال دستوری طریقہ کے مطابق پارلیمنٹ کے ذریعے اور عدلیہ کی نگرانی میں ہوا ہے اور اس کی تکمیل کے مراحل اسی دائرہ میں طے پا رہے ہیں، جس میں دیگر ریاستی اور قومی اداروں کا مجموعی تعاون بھی جھلک رہا ہے جو بہرحال خوش آئند ہے۔ ہمارے خیال میں ملک کو دستور و قانون کے ٹریک پر رکھنے کا یہی طریقہ درست اور ضروری ہے۔ وزیراعظم سے گزارش ہے کہ ان کی حکومت جن مذکورہ ذرائع سے تشکیل پائی ہے اس ٹریک کو مضبوط کرنے اور اس کے تسلسل کو قومی مزاج کا حصہ بنانے کے لیے موثر عملی اقدامات کریں کہ اسی سے ملکی مفاد وابستہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قائداعظم مرحوم نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر واضح طور پر کہا تھا کہ ہماری معیشت مغربی اصولوں پر نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات پر استوار ہوگی، جو بدقسمتی سے ابھی تک نہیں ہو سکی۔ اور اس سلسلہ میں دستور کی واضح ہدایت اور عدالتِ عظمٰی کا دوٹوک فیصلہ بھی ہمیں اسلامی معیشت کے ٹریک پر لانے میں کامیاب نہیں ہوا اور ہم بدستور عدالتی اپیلوں اور کیسوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں تازہ معلومات کے مطابق وفاقی شرعی عدالت دو عشروں سے چلنے والے کیس پر سماعت مکمل کر کے ملک میں رائج سودی قوانین کے مستقبل کے بارے میں آئندہ دو چار روز میں کوئی حتمی فیصلہ سنانے والی ہے۔ وزیراعظم محترم سے ہماری درخواست ہے کہ اگر یہ فیصلہ دستورِ پاکستان، شرعی احکام اور عدالتِ عظمٰی کے سابقہ فیصلوں کی بنیاد پر قومی امنگوں کے

مطابق سامنے آیا تو اسے قبول کرلیا جائے اور پھر سے اپیلوں کے چکر میں نہ پڑا جائے۔ یقیناً نظام کے تسلسل کے حوالہ سے مسائل پیش آئیں گے، انہیں فیصلہ کو نظر انداز کر کے اور اپیلوں کے چکر میں پڑ کر حل کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ ان عملی مسائل کے حل کے لیے شریعت اور معیشت کے ماہرین اور دنیا کے دیگر ملکوں میں غیر سودی معیشت کا تجربہ کرنے والے اداروں کی مشاورت و تعاون سے حل کرنے کا راستہ نکالا جائے، اس سے اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوں گے اور قوم بھی مطمئن ہوگی کہ ہم نے اس دلدل سے واپسی کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔

تیسری گزارش ہمارے نزدیک یہ ضروری ہے کہ آئی ایم ایف، سیڈا، فیٹف اور دیگر بیرونی اداروں کے کہنے پر ہم نے آنکھیں بند کر کے ان کے بھیجے ہوئے کچھ قوانین منظور و نافذ کر رکھے ہیں جس میں

(۱) اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی نگرانی آئی ایم ایف کے سپرد کر دینے کا عمل۔

(۲) مذہبی اوقاف کا قانون اور

(۳) خاندانی نظام و قوانین میں ردوبدل کا ایکٹ سرفہرست ہیں۔

ان پر نظر ثانی کا اصولی اعلان تو فوری طور پر کیا جائے جبکہ نظر ثانی کے لیے وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کے دستوری اداروں کے ساتھ ساتھ متعلقہ علمی و فکری حلقوں کو اعتماد میں لے کر عملی طریقہ کار بھی وضع کیا جائے۔

جبکہ چوتھی گزارش یہ ہے کہ کشمیر، فلسطین اور افغانستان کی موجودہ صورتحال پر پاکستان کا مضبوط ردعمل اور کردار سامنے آنا ضروری ہے جس کے لیے امارتِ اسلامی افغانستان کو فوری طور پر تسلیم کیا جائے اور عالمِ اسلام کے اِن مسائل پر عالمی رائے عامہ بالخصوص مسلم امہ کو بیدار کرنے کی عالمی مہم کو از سر نو منظّم کیا جائے۔

مولانا محمد فیاض خان سواتی

وفیات

[۱] جامعہ نصرۃ العلوم کے مدرس مولانا عبدالرحیم صاحب کا اٹھارہ سالہ نوجوان بھتیجا محمد عزیر گردن توڑ بخار کی پاداش میں گزشتہ دنوں رمضان میں بحالت کوما لاہور ہسپتال میں انتقال کر گیا ہے، وہ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہا، اس کی میت آبائی گاؤں لکی مروت لے جائی گئی اور وہاں سپرد خاک کیا گیا، اللہ کریم مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جملہ خاندان کو اس حادثہ فاجعہ پر صبر جمیل سے نوازے۔

[۲] جامعہ نصرۃ العلوم کے ہمسائے شیخ محمد صدیق مرحوم کی بہو، شیخ محمد اسلم کی اہلیہ اور شیخ محمد عامر کی والدہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئی ہے، مرحومہ نیکوکارہ اور صالحہ خاتون تھی، ان کی بچیاں ہمارے ہاں جامعہ میں زیر تعلیم رہی ہیں، ان کی نماز جنازہ جامع مسجد نور میں نماز تراویح کے بعد ادا کی گئی۔

[۳] جامع مسجد نور کے ہمسائے بھائی عبدالعزیز مرحوم چنے والوں کی بہو اور عبدالحمید مرحوم کی اہلیہ بھی رمضان المبارک میں انتقال کر گئی ہے، مرحومہ ایک صالحہ اور جفاکش خاتون تھی، ان کی بچیاں ہمارے ہاں جامعہ میں تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں۔

☆ قارئین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ان وفات پانے والے خواتین وحضرات کی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف فرمائے، اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

''مسجد آیا صوفیہ استنبول میں اٹھاسی برس کے بعد باجماعت نماز تراویح باعثِ مسرت ہونے کے ساتھ اس زمینی حقیقت کا اظہار بھی ہے کہ امت مسلمہ کو اس کے شرعی احکام اور دینی ماحول سے محروم کرنے کوششیں بالآخر ناکامی کا شکار ہوتی ہیں جو ایسا کرنے والوں کو اپنے رویے پر نظر ثانی کی دعوت دیتی ہیں۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ نصرۃ العلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز

--- [شرائط داخلہ] ---

شوال ۱۴۴۳ھ سے جامعہ نصرۃ العلوم اپنے ۷۰ ویں نئے تعلیمی سال کا آغاز کررہا ہے، ۱۲ شوال سے جامعہ کے تمام شعبہ جات کا نیا داخلہ شروع ہوگا اور ۱۸ شوال سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوجائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، اس لئے داخلہ کے خواہش مند طلباء وطالبات بروقت رابطہ کریں کیونکہ داخلہ محدود ہوگا۔

- جامعہ نصرۃ العلوم کے شعبہ درس نظامی میں داخلہ کیلئے کم از کم پرائمری پاس ہونا شرط ہے۔
- نئے داخلہ کیلئے سرپرست کا ساتھ آنا اور طالب علم کے پاس اپنا یا کم عمری کی وجہ سے ب فارم اور اپنے والد کا قومی شناختی کارڈ کا موجود ہونا بھی ضروری ہے۔
- غیر ملکی طلباء کا داخلہ بغیر پاسپورٹ اور ویزہ کے نہیں ہوگا، شعبہ قراءات عشرہ میں داخلہ کیلئے روایت امام حفصؒ کی سند ضروری ہے۔
- روایت حفص میں صرف پہلے سال والوں کا داخلہ ہوگا۔

☆ جامعہ کے تعلیمی شعبہ جات ☆

☆ شعبہ درس نظامی۔

درجہ اعدادیہ سے درجہ عالمیہ دورہ حدیث تک کل گیارہ درجے بیرونی ومقامی طلباء کیلئے۔

☆ جامعہ نصرۃ العلوم للبنات وفاق المدارس العربیہ کے نصاب تعلیم کے مطابق رہائشی طالبات کے تمام درجات اولیٰ سے عالمیہ تک۔

☆ شعبہ تجوید وقرأت روایت امام حفصؒ -- بیرونی ومقامی طلباء کیلئے۔

☆ شعبہ قراءات عشرہ -- بیرونی ومقامی طلباء کیلئے۔

☆ شعبہ حفظ وناظرہ -- صرف مقامی طلباء وطالبات کیلئے۔

☆ شعبہ تعلیم النسواں (ناظرہ، حفظ اور ترجمہ وتفسیر) -- صرف مقامی طالبات کیلئے۔

☆ شعبہ ترجمہ وتفسیر -- صرف مقامی طلباء کیلئے۔

المعلن: مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم - فاروق گنج - گوجرانوالہ